عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان
ہفت روزہ
ختم نبوۃ
INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATM-E-NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN
جلد: ۳۱
۱۴ تا ۲۱ جمادی الاول ۱۴۳۳ھ مطابق ۸ تا ۱۵ اپریل ۲۰۱۲ء
شمارہ: ۱۴

اسلامی معاشرہ میں خواتین کا کردار

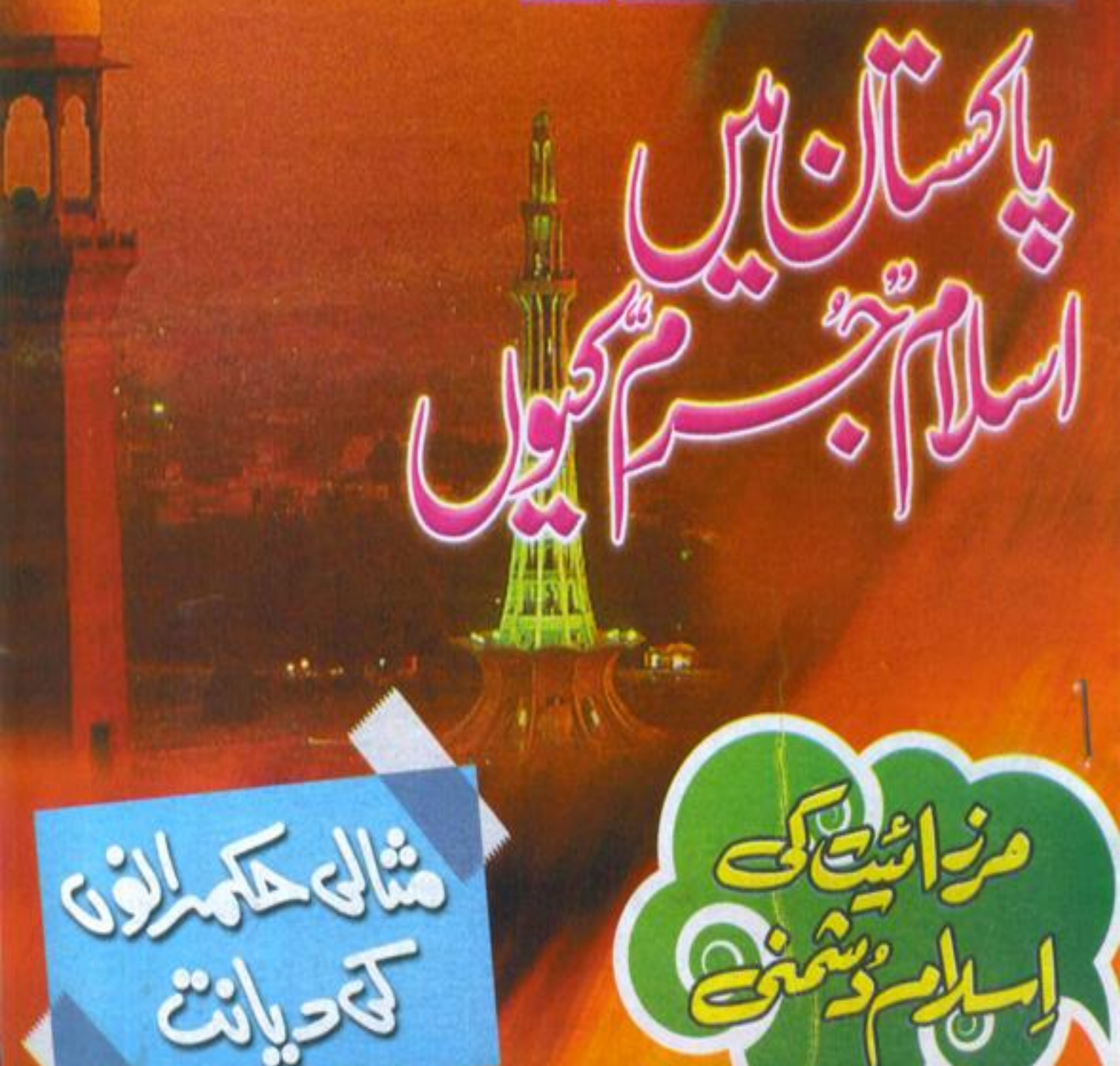

پاکستان میں اسلام جرم کیوں

مرزائیت کی اسلام دشمنی

مثالی حکمرانوں کی دیانت

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

طلاق رجعی کا حکم

عمر فرید، کراچی

س:...... میری بیٹی کی شادی دو سال پہلے میرے بھانجے سے کراچی میں ہوئی تھی، میری بہن اور بھانجے کی رہائش لندن میں ہے، میری بیٹی بھی شادی کے بعد لندن چلی گئی تھی، دو سال بعد واپس آئی ہے اس کے آنے کے بعد انہوں نے وہاں سے کاغذات بھیج دیئے ہیں جو کہ اس درخواست کے ساتھ لگے ہوئے ہیں، آپ سے اس کے متعلق فتویٰ چاہئے جو کہ اردو اور انگلش میں ہو تاکہ لندن میں ان کو روانہ کرسکوں۔

ج:...... صورت مسؤلہ میں شوہر کا اپنی بیوی کو یہ لکھنا کہ: ''میں طلاق دیتا ہوں، اپنی بیوی فائزہ کو'' اور ''میں اس کو تمام ذمہ داریوں سے آزاد کرتا ہوں'' ان دونوں جملوں سے دو طلاق رجعی واقع ہوگئی ہیں، عدت کے اندر اندر (جو کہ تین ماہواریاں ہیں) شوہر کو رجوع کرنے کا حق ہے، عدت گزرنے کے بعد دوبارہ باہمی رضامندی سے نکاح کرنا ہوگا، اور آئندہ کے لئے شوہر کو صرف ایک طلاق کا حق باقی ہے، اگر وہ بھی دے دیں تو عورت حرمت مغلظہ کے ساتھ حرام ہوجائے گی۔ واللہ اعلم۔

مکان کی رقم تقسیم کرنے کا مسئلہ

عبدالرفیق، سولجر بازار کراچی

س:...... میرے والد محترم کا انتقال ہوگیا ہے، ان کا ایک مکان ہے جس کو بیچنے کے بعد اس کی تقسیم کا مسئلہ ہے۔ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلہ کردیں تاکہ بہن بھائیوں کے دل میں فرق نہ پڑے، ہم دو بھائی، تین بہنیں اور والدہ صاحبہ ہیں۔ مکان کا ۲۶ لاکھ پچاس ہزار میں چھوٹے بھائی نے سودا کیا ہے۔ اب رقم کی تقسیم میں کس کے حصے میں کتنا حصہ آئے گا؟ براہ کرم آپ رقم لکھ کر بتادیں۔

ج:...... مرحوم کی کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ میں سے تجہیز وتکفین کے اخراجات نکالنے کے بعد اگر اس کے ذمہ قرض ہو تو اس کو ادا کیا جائے اور اگر کوئی وصیت کی ہو تو ایک تہائی میں اسے نافذ کیا جائے، اس کے بعد بقیہ ترکہ کو کل آٹھ حصوں میں تقسیم کریں گے، جس میں سے ایک حصہ مرحوم کی بیوہ اور ایک ایک حصہ ہر ایک بیٹی اور دو دو حصے ہر ایک بیٹے کو ملیں گے، لہٰذا کل رقم چھبیس لاکھ پچاس ہزار کو آٹھ حصوں میں تقسیم کرنے سے بیوہ کے حصے میں تین لاکھ ۳۱ ہزار پچاس روپے اور ہر ایک بیٹے کے حصے میں چھ لاکھ باسٹھ ہزار پانچ سو روپے اور ہر ایک بیٹی کے حصے میں تین لاکھ اکتیس ہزار دو سو پچاس روپے آئیں گے۔ واللہ اعلم۔

ترکہ کے مکان کی تقسیم

محمد فیضان، کراچی

س:...... میرا سوال یہ ہے کہ ہم چار بہن اور دو بھائی ہیں اور والدہ کا انتقال ہوگیا ہے، والد حیات ہیں، والدہ کا جو مکان ہمیں وراثت میں ملا ہے، ہم وہ مکان بیچنا چاہتے ہیں، مکان کی کل قیمت ستر لاکھ ہے تو کتنا کتنا حصہ بنے گا؟

ج:...... مرحومہ کی کل جائیداد (یعنی مذکورہ مکان کی قیمت) کو مساوی طور پر ۳۲ حصوں پر تقسیم کیا جائے گا، جن میں سے ۸ حصے مرحومہ کے شوہر (یعنی آپ کے والد صاحب) کو اور ۶، ۶ حصے ہر ایک بیٹے کو، جبکہ تین تین حصے ہر ایک بیٹی کو ملیں گے۔ واللہ اعلم۔

ہفت روزہ
ختم نبوۃ

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۱ ۱۴تا۲۱/جمادی الاول۱۴۳۳ھ مطابق ۸تا۱۵/اپریل۲۰۱۲ء شمارہ:۱۴

سرپرست
حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

اجتہاد کی ضرورت کیوں؟	۵	محمد اعجاز مصطفی
قادیانی فتنے سے متعلق تازہ صورت حال	۹	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
مرزائیت کی اسلام دشمنی!	۱۱	مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
پاکستان میں ”اسلام“ جرم کیوں؟	۱۴	محمد زاہد نور البشر
آپ ﷺ کے دعویٰ نبوت کی سچائی (۶)	۱۷	مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی
اسلامی معاشرہ میں خواتین کے حقوق	۱۹	عائشہ شفیق الرحمن طیبی
مثالی حکمرانوں کی دیانت	۲۱	رقیہ آرزو
تحاریک ختم نبوت میں خانقاہ سراجیہ کا کردار	۲۳	قاری حمید احمد
امراض مرزا قادیانی	۲۵	مولانا نور محمد تونسوی
خبروں پر ایک نظر	۲۷	ادارہ

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زر تعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۶۵ڈالر

زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰روپے، ششماہی: ۲۲۵روپے، سالانہ: ۳۵۰روپے
چیک-ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ:0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35.Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری   مطبع: القادر پرنٹنگ پریس   طابع: سید شاہد حسین   مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث — گزشتہ سے پیوستہ

دنیا سے بے رغبتی

دُنیا سے بے رغبتی کا بیان

"مطرف بن عبداللہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ: وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم "اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ" کی تلاوت فرما رہے تھے، آپ نے فرمایا: ابنِ آدم کہتا ہے: "میرا مال! میرا مال!" اور نہیں ہے تیرے لئے مگر وہ جو تو نے صدقہ کرکے اسے آگے بھیج دیا، یا کھا کر اسے ختم کردیا، یا پہن کر اسے بوسیدہ کردیا۔" (ترمذی، ج:۲، ص:۵۷)

مطلب یہ کہ آدمی کا دُنیا کے مال و دولت اور ساز و سامان کو اپنی طرف منسوب کرنا یہ اس کی خالص خوش فہمی ہے، ورنہ ان تمام چیزوں میں سے جنھیں وہ بڑے طمطراق سے "میرا مال! میرا مال!" کہتا ہے اس کے کام کی صرف تین چیزیں ہیں، ایک وہ صدقہ جو خدا تعالیٰ کے خزانے میں جمع کردیا، دُوسرے وہ کھانا جو کھا کر ختم کردیا، تیسرے وہ کپڑا جسے پہن کر استعمال کرلیا، ان کے علاوہ باقی سب چیزیں یہ چھوڑ کر چلا جائے گا، جو دُوسروں کے حصے میں آئیں گی، ایسی "بے وفا" کو اپنا کہہ کر اس پر اترانا اور خوش ہونا کمال حماقت ہے۔ ہاں! عطیۂ الٰہی سمجھ کر خوش ہو اور اس پر شکر بجالائے۔

اس حدیثِ پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے مراقبے کی تعلیم فرمائی ہے جو حُبِّ مال کی بیماری کے لئے تریاق ہے، یعنی یہ سوچنا کہ میرے پاس جتنا مال ہے یہ میری زندگی ہی میں کارآمد ہے، مرنے کے بعد یہ دُوسروں کی تحویل میں ہوگا، اور اس کے کمانے اور جمع کرنے کا حساب و کتاب مجھے دینا ہوگا، اور چونکہ زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں، خدا جانے وقتِ مقدر کب آجائے؟ تو مال کا بھی کوئی بھروسہ نہ ہوا، تو ایسی بے وفا اور ناپائیدار چیز سے دل لگانا، اس پر اپنی زندگی کھپانا، اور اس کی خاطر اتنی مشقتیں جھیلنا یہ میری کم عقلی ہے۔ جس شخص کے دل میں مال کی محبت کا روگ ہو، اگر وہ پانچ سات منٹ روزانہ بھی مراقبہ کرلیا کرے تو ان شاء اللہ اس مرض سے نجات مل جائے گی، واللہ الموفق!

"حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے آدم کے بیٹے! اگر تو زائد مال کو خرچ کرڈالے تو یہ تیرے لئے بہتر ہے، اور اگر تو اسے روک رکھے تو یہ تیرے لئے بُرا ہے، اور بقدرِ کفایت کے (روکنے) پر تجھے ملامت نہیں کی جائے گی، اور (خرچ کرنے میں) ان لوگوں سے ابتدا کر جن کا نان و نفقہ تیرے ذمے ہے، اور اُوپر والا ہاتھ بہتر ہے نیچے والے ہاتھ سے۔" (ترمذی، ج:۲، ص:۵۷)

اس ارشادِ پاک میں چار مضمون ارشاد فرمائے گئے ہیں، ایک یہ کہ آدمی کو مال جمع کرنے کی حرص نہیں کرنی چاہئے، کیونکہ مال کا خرچ کرنا اس کے لئے بہتر ہے اور اسے جمع کرکے رکھنا اس کے حق میں بُرا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے مال کو آدمی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے پیدا کیا ہے، پس مال کو اگر جائز دُنیوی ضروریات میں خرچ کرے گا تو دُنیا کی ضروریات پوری ہوں گی، اور یہ دُنیوی خیر ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے گا تو اس کے لئے ذخیرۂ آخرت بنے گا، یہ مال کی اُخروی خیر ہے، اور اگر جمع کرکے رکھ چھوڑا، نہ اسے دُنیوی ضرورت کے موقعوں پر خرچ کیا، اور نہ دینی کاموں میں لگایا تو اس کے مرنے کے بعد مال تو دُوسرے کے کام آئے گا اور اس کے کمانے اور جمع کرنے کا حساب اس کو دینا ہوگا، اس لئے مال جمع کرکے چھوڑ جانا اس کے حق میں سراسر وبال ثابت ہوا۔

البتہ مال کے خرچ کرنے میں دو باتیں ہمیشہ ملحوظ رکھنی چاہئیں، ایک یہ کہ مال کو خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں میں خرچ نہ کرے، ورنہ مال کا خرچ کرنا بھی وبالِ جان ہوگا، دُوسرے یہ کہ فضول خرچی سے احتراز کیا جائے، کیونکہ مال بھی حق تعالیٰ کی نعمت ہے اور اس نعمت کو فضول کاموں میں اُڑانا اس نعمت کی بے قدری

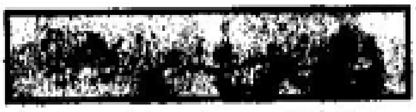

ہے۔ قرآن کریم میں اس طرح مال اُڑانے والوں کو "اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ" یعنی شیطان کا بھائی فرمایا ہے۔

دُوسرا مضمون اس حدیثِ پاک میں یہ ارشاد فرمایا کہ بقدرِ کفاف مال جمع کرنے میں آدمی پر ملامت نہیں، یعنی اگر کسی کے پاس صرف اتنا روپیہ پیسہ یا مال و دولت ہے کہ اس سے اس کی ضروریات ہی پوری ہوسکتی ہیں، اگر وہ اس کو اپنی ضروریات کے لئے روک رکھے اور کسی کو نہ دے تو وہ لائقِ ملامت نہیں، کیونکہ توکل کا اعلیٰ درجہ کہ آدمی کچھ بھی پاس نہ رکھے، ہر شخص کے بس کی بات نہیں، اور نہ ہر شخص اس کا مکلف ہے، ہاں! کسی کو حق تعالیٰ قوتِ قلب، قوتِ یقین اور قوتِ توکل کا یہ اعلیٰ مرتبہ نصیب فرمادیں تو وہ بقدرِ کفاف کے جمع کرنے سے بھی بے نیاز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضراتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور بہت سے اکابر اولیاء اللہ کی یہی شان تھی کہ اہل و عیال کا نفقہ ان کے حوالے کرکے فارغ ہوجاتے اور اپنی ذات کے لئے کسی چیز کے جمع کرنے کے روادار نہیں تھے، بلکہ جو کچھ بھی آتا تھا شام سے پہلے پہلے اسے ٹھکانے لگادیتے تھے۔

تیسرا مضمون یہ ارشاد فرمایا کہ: آدمی کو خرچ کی ابتدا ان لوگوں سے کرنی چاہئے جن کا نان و نفقہ اس کے ذمے ہے، پہلے ان کی ضرورت کے بقدر ان کو دے، پھر دیگر مصارف پر خرچ کرے، یہ نہیں ہونا چاہئے کہ اہلِ حقوق کے حقوق تلف کرکے صدقہ و خیرات کرتا پھرے۔

چوتھا مضمون یہ ارشاد فرمایا کہ: "اُوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے" اُوپر والے ہاتھ سے دینے والا، نیچے والے ہاتھ سے لینے والا ہاتھ مراد ہے، اور مطلب یہ ہے کہ دُوسروں کو دینے والا مؤمن، لینے والے سے بہتر ہے، کیونکہ دینے والا دے کر خود فقر اختیار کر رہا ہے، اور لینے والا لے کر مال دار بن رہا ہے، نیز دینے والا خلقِ خدا کی نفع رسانی میں مشغول ہے اور لینے والا اپنے نفع کے حصول میں مشغول ہے۔ اس ارشادِ پاک میں یہ تعلیم فرمائی گئی ہے کہ مؤمن کو حتی الوسع دینے والا بننا چاہئے، لینے والا نہیں، اس کا ہاتھ ہمیشہ اُوپر رہنا چاہئے، نیچے نہیں۔ ☆☆

اداریہ

محمد اعجاز مصطفی

صریح نصوص کے بارے میں

اجتہاد کی ضرورت کیوں؟

جناب عبدالقادر حسن صاحب کی خدمت میں!

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ مطابق ۴ مارچ ۲۰۱۲ء روزنامہ ایکسپریس کراچی میں ملک کے مشہور کالم نگار جناب عبدالقادر حسن صاحب کا ایک کالم ''ووٹوں کی خرید وفروخت اور لیڈروں کے عمرے'' کے عنوان سے چھپا ہے، جس میں موصوف نے کئی ایشوز پر اپنے نقطۂ نظر سے بات کی ہے اور کالم کے آخر میں لکھا ہے کہ:

''ہمارے ان لیڈروں کو بخوبی علم ہے کہ حج تو چند شرائط کے ساتھ زندگی میں ایک بار میں فرض ہے، لیکن عمرہ تو محض ایک نفلی عبادت ہے، کریں نہ کریں، اس کی کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ لیکن ہمارے ہاں پاکستان میں عمرے کی اس قدر اہمیت بن گئی ہے، جیسے اس کا بھی کوئی شرعی حکم ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں صرف ایک حج کیا تھا اور بس، عمرے کا کوئی حکم نہیں دیا تھا، ویسے بیت اللہ کی زیارت اور طواف اپنی جگہ ایک بڑے ثواب کا کام ہے، لیکن ایسا نہیں جیسے کہ حج ہے۔ ہمارے اسلام اور مذہب میں بھی افراط وتفریط بہت بڑھ گئی ہے۔ انگریزوں نے ائمہ مساجد کو صرف عبادات تک محدود کردیا تھا، سیاست سے دور رکھنے کا یہ ایک طریقہ تھا، چنانچہ یہ طریقہ ایسا رائج ہوا کہ علماء نے مسلمانوں کو صرف عبادت میں لگادیا، جب کہ عبادت کے اور بھی کئی مواقع تھے، مثلاً انسانی خدمت سے بڑی عبادت کیا ہوسکتی ہے؟ جو مسیحی دنیا بھر میں کررہے ہیں، اسپتال بناکر اور تعلیمی ادارے بناکر۔ مسلمان اس کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں اور عمروں پر زور دیتے ہیں۔ یہاں میں علماء کرام سے ایک سوال بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ پاکستان جیسی مقروض قوم پر عمرہ تو کجا کیا حج بھی فرض ہے؟ اور پھر ایسی قوم جہاں لوگ دو وقت کی روٹی کے لئے بلک رہے ہوں، علاج سے محروم ہوں اور زندگی کی جائز ضروریات کو ترس رہے ہوں، وہاں کیا حج جیسی انتہائی مہنگی عبادت کچھ عرصہ کے لئے ملتوی نہیں کی جاسکتی؟۔ ہمارے ہاں ایسے موقعوں کے لئے اجتہاد ہوا کرتا تھا، اب کسی عالم میں اجتہاد کی جرأت نہیں ہے۔ میں نے حج وعمرہ کے بارے میں پہلے بھی لکھا ہے، بلکہ ایک بار بعض جید علماء سے رجوع بھی کیا ہے، ان سب نے میری رائے سے اتفاق کیا، مگر اس کی تائید کا اعلان کرنے سے معذرت کردی، اس کی کئی وجوہات ہیں، جو میں اس وقت بیان نہیں کرسکتا، لیکن پاکستان کے خوشحال طبقے اور لیڈروں سے ضرور پوچھتا ہوں کہ پاکستان کی حالت کو دیکھ کر کیا ان کا ضمیر انہیں عمرے کی اجازت دیتا ہے؟ میرا دعویٰ ہے کہ جس دن جرأت مند، بہادر اور سچا مسلمان لیڈر آگیا، اس دن ملک کے ووٹ بھی اس کے ہوں گے اور اقتدار کی آزمائش بھی اسی کی ہوگی۔'' (روزنامہ ایکسپریس، ۴ مارچ ۲۰۱۲ء مطابق ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ)

جناب عبدالقادر حسن صاحب کا یہ ارشاد کہ: ''ہمارے ہاں پاکستان میں عمرے کی اس قدر اہمیت بن گئی ہے، جیسے اس کا بھی کوئی شرعی حکم ہے۔'' گویا موصوف یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ عمرے کی کوئی اہمیت نہیں اور نہ ہی یہ کوئی حکم شرعی ہے، نعوذ باللہ من ذلک۔

موصوف سے بصد آداب سوال کرنا چاہیں گے کہ جناب! قرآن کریم جس چیز کا حکم دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے بارہ میں نہ صرف یہ کہ واضح ہدایات وتعلیمات دیں، بلکہ خود عمل کرکے دکھائیں اور جس پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک امت مسلمہ کا تعامل رہا ہو، کیا آپ کے

نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں؟

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات آپ کے نزدیک حکم شرعی نہیں تو کس کا ارشاد اور حکم آپ کے نزدیک حکم شرعی بنتا ہے؟

قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں عمرہ کی فضیلت واہمیت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بار نہیں، بلکہ چار عمرے کرنے کا ثبوت، عمرہ کا گناہوں کا کفارہ بننا، رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ملنا، دوسرے کی طرف سے عمرہ ادا کرنے کا حکم، عمرہ کی ادائیگی سے غربت اور گناہوں کا مٹنا اور دور ہونا، عمرہ کرنے والے کا راستہ میں انتقال ہونے پر عمرے کے ثواب کا ملنا، عورتوں کے لئے عمرہ کو جہاد قرار دینا، عمرہ کرنے والے کی دعا کا قبول ہونا، وغیرہ بیان کیا گیا ہے۔

کیا ان آیات اور احادیث سے عمرہ کی اہمیت اور عمرہ کا شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا؟ عوام یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ موصوف کے نزدیک شرعی حکم کا کیا معیار ہے؟

جناب عبدالقادر حسن صاحب فرماتے ہیں کہ: ”عمرہ تو محض ایک نفلی عبادت ہے“۔ جناب! جب آپ کے نزدیک عمرے کی کوئی اہمیت نہیں، آپ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کرنے کا حکم نہیں دیا، اور عمرہ کرنا کوئی حکم شرعی نہیں تو عمرہ کرنا نفل عبادت کیسے بن گیا؟ بیت اللہ کی زیارت اور طواف بڑے ثواب کا کام کیسے بن گئے؟ کیا فقہ اسلامی میں کوئی ایسی مثال بھی ملتی ہے کہ ایک چیز کی کوئی شرعی حیثیت تو نہ ہو، لیکن وہ ثواب کا کام اور نفلی عبادت بن جائے؟ کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟ جناب! کہیں ایسا تو نہیں کہ مسلمانوں کو خوش کرنے اور ان کے اعتراضات سے بچنے کے لئے آپ نے ”ویسے“ ”اپنی جگہ“ ”ثواب کا کام“ اور ”ایسا نہیں جیسا حج ہے“ کے لاحقے لگا کر ان کو مطمئن کرنے اور خاموش کرنے کی ناکام کوشش کی ہو۔

جناب موصوف فرماتے ہیں: ”انگریزوں نے ائمہ مساجد کو صرف عبادات تک محدود کر دیا تھا، سیاست سے دور رکھنے کا یہ ایک بہترین طریقہ تھا۔“

گویا موصوف یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ائمہ مساجد جو درس وتدریس، اصلاح وارشاد، وعظ ونصیحت کرتے اور عبادات جیسے نماز، روزہ، زکوۃ، حج، انفاق فی سبیل اللہ اور یتیم، مسکین محتاج، مقروض، اپاہج جیسے ضرورت مندوں کی اعانت وکفالت کی تعلیم وتلقین لوگوں کو کرتے ہیں، اسی طرح حقوق اللہ اور حقوق العباد کی اہمیت وفضیلت پر بیان اور وعظ کرتے رہتے ہیں، انگریز نے انہیں ان کاموں پر محدود کر دیا تھا اور سیاست سے دور رکھنے کا یہ ایک بہترین طریقہ تھا۔

جناب من! کوئی آپ سے سوال کرسکتا ہے کہ جناب! آپ ہی بتائیں کہ دین اسلام میں عبادات کی کوئی اہمیت ہے یا نہیں؟ اگر اس کی کوئی اہمیت اور حیثیت ہے تو لازماً اس کی بجا آوری بھی ہوگی اور اس کی تعلیم وتربیت، درس وتدریس، وعظ ونصیحت اور ادائیگی کی کیفیت وطریقہ کے اظہار وبیان کے لئے ایک جماعت بھی ہمہ وقت اس کے لئے درکار ہوگی۔ اب یہ جماعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک یہ کام کرتی آئی ہے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے فرض کفایہ ادا کرتی رہی ہے تو آپ ہی ارشاد فرمائیں کہ یہ جماعت قابل تعظیم ہے یا قابل تحقیر وتوہین؟ اور اس جماعت کے لئے آپ جیسے ”باشعور“ ”کہنہ مشق“ اور ”دانشور“ صحافی کا یہ کہنا کہ انگریز نے ان کو عبادات تک محدود کر دیا ہے، چہ معنی دارد؟

جناب! یہ تو ایسے ہی ہے کہ کوئی کہے کہ صحافی برادری کے چند عناصر اور اینکرز جو آئے دن اسلامی عقائد، اسلامی اقدار، اسلامی شعار، اسلامی تہذیب، اسلامی تمدن، اسلامی معاشرت، عبادات، اخلاق، معاملات، دینی علوم، مولوی، مسجد اور مدرسہ کے خلاف کالم سیاہ کرتے رہتے ہیں، انگریز نے اُن کو اس کام تک محدود کر دیا ہے تو اس بارہ میں آپ کا کیا ارشاد ہوگا؟

جناب! علماء اور آپ کے الفاظ میں ”ائمہ مساجد“ کا کردار صرف عبادات تک محدود نہیں، اگر کوئی منصف مزاج فرد اور شخص بنظر غائر اور بشرط انصاف کھلے دل ودماغ سے دیکھنے اور سوچنے کی کوشش اور زحمت فرمائے تو اسے نظر آئے گا کہ علماء ہمیشہ اور ہر میدان میں صف اول کا کردار ادا کرتے آئے ہیں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں، صرف برصغیر کی تحریکات پر ایک طائرانہ نظر دوڑائیں تو معلوم ہوگا کہ ہر تحریک کا اول دستہ علماء ہی رہے ہیں۔ اگر ایسا نہیں تو بتلایا جائے کہ پھر استخلاص وطن کی تحریک کس نے چلائی؟ ۱۸۵۷ء میں انگریز کے خلاف جہاد کرنے والے کون تھے؟ بالاکوٹ کے میدان میں سکھوں کے خلاف جہاد

کرنے والے سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کون تھے؟ تحریک ریشمی رومال کس کی برپا کردہ تھی؟ مالٹا کی جیل میں اسیر ہونے والے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کون تھے؟ تحریک پاکستان میں قائداعظم کے ساتھ معین ومددگار حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع نوراللہ مراقدہم کون تھے؟

انگریزوں کے اشاروں اوران کی چھتری کے نیچے نبوت کا دعویٰ کرنے والے آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی سے مقابلہ کرنے والے علماً کرام نہیں تھے تو اور کون تھے؟ ۱۹۵۳ء کی تحریک میں قادیانیوں کو شیر کی طرح للکارنے والے مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کون تھے؟ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں پاکستان بھر کی قیادت کرنے والی عظیم شخصیت محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ اگر عالم نہیں تھے تو اور کون تھے؟ قومی اسمبلی کے فلور پر قادیانیت کو غیر مسلم قرار دلانے والے حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک)، مولانا غلام غوث ہزاروی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کون تھے؟

ان بدیہی حقائق کو جھٹلانے کی جسارت صرف وہی آدمی کرسکتا ہے جسے عقل وفہم اور بصارت وبصیرت سے کوئی علاقہ نہ ہو۔

موصوف کو اس پر بھی اعتراض ہے کہ علماء نے مسلمانوں کو صرف عبادات میں لگادیا ہے۔ جناب! اگر علماء نے مسلمانوں کو چوری، ڈکیتی، رشوت، سود، لوٹ کھسوٹ، عریانی، فحاشی اور بدمعاشی سے منع کیا ہے اور انہیں خدا اور رسول کی وفاداری، اعمال صالحہ سے لگاؤ، قبر وحشر کے بارہ میں فکر، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی پابندی، حلال وحرام میں تمیز، جائز وناجائز میں فرق، بڑوں کے اکرام، چھوٹوں پر شفقت، انسانیت سے پیار، اللہ کی مخلوق سے محبت، غرضیکہ ان تمام اعمال وافعال کا درس دیا ہے، جن کا اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے تو اس میں ناراض ہونے کی آخر کیا بات ہے؟ کیا یہ بھی بیچارے ملا اور مولوی کا قصور شمار کیا جائے گا؟ افسوس!

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

موصوف علماء کرام سے ایک سوال پوچھنا چاہتے ہیں کہ: ”پاکستان جیسی مقروض قوم پر عمرہ تو کجا، کیا حج بھی فرض ہے؟ اور پھر ایسی قوم جہاں لوگ دو وقت کی روٹی کے لئے بلک رہے ہوں، علاج سے محروم ہوں اور زندگی کی جائز ضروریات کو ترس رہے ہوں، وہاں کیا حج جیسی انتہائی مہنگی عبادت کچھ عرصہ کے لئے ملتوی نہیں کی جاسکتی؟۔ ہمارے ہاں ایسے موقعوں کے لئے اجتہاد ہوا کرتا تھا، اب کسی عالم میں اجتہاد کی جرأت نہیں ہے۔“

جناب! سوال کا جواب تو آگے آتا ہی ہے، کیا آپ کسی کو اس سوال کرنے کا حق دیں گے کہ پاکستان کو مقروض کس نے بنایا؟ پاکستان کے قومی خزانے کو کس نے لوٹا؟ پاکستان جیسے مقروض ملک کی لوٹی گئی دولت کے اربوں کھربوں ڈالر کن لوگوں کے اکاؤنٹس میں منتقل ہوئے؟ اور اس مقروض ملک کی قوم نے ”قرض اتارو، ملک سنوارو“ جیسی اسکیموں میں جو لاکھوں، کروڑوں روپے کے عطیات جمع کرائے، وہ کہاں گئے؟ سیلاب زدگان کے نام پر ملک اور بیرون ملک سے وصول شدہ اشیاء اور اجناس کن لوگوں کے ڈیروں اور گھروں میں محفوظ اور ذخیرہ کی گئیں؟ اگر ان سوالات کا کوئی جواب دے دے تو ان شاء اللہ! آپ کے سوال کا جواب بھی آپ کو از خود مل جائے گا۔

جناب! پاکستان کو مقروض بنانے والے تو اب بھی اس ملک کے سیاہ وسفید کے مالک ہوں اور انہیں کوئی کچھ نہ کہے، لیکن مقروض ملک کی دہائی دے کر حج جیسے فریضہ کو غیر اہم اور ترک کردینے کے لئے ”سنہری مشورے“ اور اسلام کے اس بنیادی ستون اور رکن کو فی الوقت معطل اور ساقط کردینے کے لئے اجتہاد کی دعوت دی جائے، یہ کونسا انصاف ہے؟ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اجتہاد کی بھی کچھ شرائط ہیں، اور اجتہاد کن معاملات میں ہوسکتا ہے؟ اس کی بھی کچھ حدود وقیود اور اصول وآداب ہیں۔

شاید جناب عبدالقادر حسن صاحب حج کے متعلق علماء کرام سے ایسا اجتہاد کرانا چاہتے ہیں، جیسا اساتذہ مغرب نے ڈاکٹر فضل الرحمن جیسے شاگردان مشرق کو اجتہاد کا سلیقہ سکھلایا، اس لئے وہ لکھتا ہے کہ:

”زمانہ حال کے نئے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لئے اسلام کی آزادانہ تعبیز وتشریح اور اسلام کے قطعی اور منصوص مسائل میں قطع وبرید اور تحریف وتغییر نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ وقت کا اہم ترین فریضہ ہے۔“ (بحوالہ فکر ونظر، ج:۱،ش:۱،ص:۱۶)

کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ شریعت محمدیہ کے مقابلہ میں ان متجددین نے ایک نئی شریعت ایجاد کرلی ہے اور ان کی شریعت میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج جیسے اسلام کے بنیادی ارکان بھی کوئی وقعت اور اہمیت نہیں رکھتے۔

جناب! حج کا حکم قرآن کریم اور سنت نبویہ کی نصوص سے ایک فریضہ محکمہ کی حیثیت سے ثابت ہے، جسے ”مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا“ کی شرط (یعنی استطاعت) کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ اب کسی مجتہد کا اجتہاد اور کسی تجدد پسند کی خواہشات اس قرآنی حکم سے دور نہیں کرسکتیں۔ باقی رہا حج کا مہنگا ہونا، جناب! ہم سے زیادہ آپ جانتے ہیں کہ اس عبادت کو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا علماء کرام نے مہنگا نہیں کیا، بلکہ حکمرانوں کی ہوس زر اور ان کی طمع ولالچ نے اسے مہنگا بنایا ہے۔

جناب! آپ نے عبادات کے ضمن میں کہا ہے ’انسانی خدمت سے بڑی خدمت کیا ہوسکتی ہے؟ جو مسیحی دنیا بھر میں کر رہے ہیں، اسپتال بناکر اور تعلیمی ادارے بناکر، مسلمان اس کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں اور عمروں پر زور دیتے ہیں۔“

میرے بھائی! اگر آپ اپنے دل ودماغ سے علماء کرام اور خصوصاً حج وعمرہ کرنے والے مسلم عوام پر غم وغصہ اور شدید ذہنی الجھن کو دور کرکے ایک منٹ کے لئے مسلمانوں کی خدمت خلق کو دیکھیں گے تو آپ کو نظر آئے گا کہ اس حوالہ سے مسلمانوں کی خدمات کم نہیں۔ مسلم عوام کے تعاون سے ہسپتال، اسکول، کالجز، مدارس، مساجد اور رفاہی ادارے رات دن خدمتِ خلق میں مصروف ہیں، نام گنوانا مقصود ہوتا تو درجنوں اداروں کے نام گنوائے جاسکتے تھے، لیکن یہاں نام نہیں، کام مقصود ہے۔ پورا پاکستان نہیں، صرف کراچی میں بیسیوں ادارے بے لوث انسانیت کی خدمت کر رہے ہیں، جبکہ آپ کے ممدوح مسیحی حضرات انسانیت کی بنیاد پر نہیں، بلکہ انسانیت کی آڑ میں مشنری کام کر رہے ہیں، اگر انسانیت کی خدمت مقصود ہوتی تو مسلم ممالک کے علاوہ عیسائی ریاستوں میں بھی یہ انسانی خدمت کرتے نظر آتے، کیا وہ انسان نہیں جو اُن ریاستوں میں بھوکے مر رہے ہیں؟۔

حالیہ سیلاب میں جو عام مسلمانوں اور مدارس سے وابستہ افراد نے ان سیلاب زدگان کی خدمت کی ہے، اس کا مغربی میڈیا نے بھی اعتراف کیا ہے، لیکن ان مسیحی مشنریوں نے باوجود صدر، وزیراعظم اور دوسرے حکومتی افراد کی باربار اپیلوں کے کچھ نہیں کیا۔ یہ ہے ان مسیحی مشنریوں کا دوڑخا اور دوغلا کردار۔

میرے بھائی! ہر انسان جانتا ہے جو خوش نصیب اہل ثروت عمرہ وحج کرتے ہیں، یہی وہ حضرات ہیں جو خدمتِ خلق کے ہمہ جہت پہلوؤں پر نظر رکھتے ہوئے ان میں اپنا مال ودولت خرچ کرتے ہیں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں، عبدالستار ایدھی کا انٹرویو گزشتہ سالوں میں چھپا تھا، انہوں نے اعتراف کیا کہ جتنا فنڈ مجھے پاکستان کے مسلمان دیتے ہیں، اتنا فنڈ بیرونی دنیا نہیں دیتی۔ مقصد یہ کہ حج وعمرے کرنا اور خدمت خلق کرنا یہ متضاد چیزیں نہیں کہ ایک کے کرنے سے دوسری رہ جاتی ہے یا ان میں کمی آجاتی ہے۔

محترم! جن جید علماء کرام سے آپ نے رجوع کیا اور ان سب نے آپ کی رائے سے اتفاق کیا، کیا ہی اچھا ہوتا کہ ان کے نام اور ان کی آراء کو بھی قید تحریر میں لے آتے، تاکہ آپ کے قارئین کسی تذبذب کا شکار ہونے سے بچ جاتے اور آپ کے تائید کنندگان کے اجتہاد کا مبلغ علم بھی معلوم ہوجاتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت صحیح سمجھنے، اس کے مطابق اپنی زندگی ڈھالنے اور زندگی بھر صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اس لئے آپ کی خیرخواہی اور ہمدردی کے پیش نظر ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ قرآن وسنت اور اسلامی عبادات واعمال کو موضوع سخن بنانے اور اس میں رائے زنی سے اجتناب فرمائیں۔ اسی میں ایمان وعقیدہ کی سلامتی اور آخرت کی بھلائی وبہتری ہے، ورنہ کہیں قرآن کریم کی آیت ”خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ ذٰلِکَ ہُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ“ کا مصداق نہ بن جائیں۔ ولا فعل اللّٰہ ذالک۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

قادیانی فتنے سے متعلق تازہ صورت حال

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

قارئین کرام! ذیل میں مختلف النوع چار خبریں ملاحظہ فرمائیں۔ اس سے قادیانی فتنہ کی تازہ صورت حال آپ پر واضح ہوجائے گی۔

۱۱رفروری ۲۰۱۲ء کو شام آٹھ بجے قادیانی عبادت گاہ کنری سندھ کے مین گیٹ کے سامنے قادیانی ادریس شاہ بن احمد شاہ نے (جو قادیانی عبادت گاہ کا چوکیدار ہے) فائرنگ کرکے دو قادیانی سعود احمد ولد محمود احمد قادیانی اور فخر الدین فخری ولد محمد رفیق قادیانی کو موقع پر ڈھیر کردیا۔ دونوں قادیانی موقع پر فی النار والسقر ہوئے۔ تیسرا قادیانی رفیق نامی فائرنگ میں شدید زخمی ہوکر ہسپتال جا پہنچا۔ فائرنگ کی آواز سن کر گردونواح کے لوگ اکٹھے ہوگئے۔ قادیانی اس کیس کو مذہبی کیس بناکر مسلمانوں کو ملوث کرنا چاہتے تھے۔ لیکن عوام کے اکٹھا ہوجانے اور ملزم کے موقع پر معلوم ہوجانے پر قادیانی منصوبہ ناکام ہوگیا۔

اس سے کچھ عرصہ قبل قادیانی جماعت کنری کے گرو گھنٹال شیخ سمیع قادیانی کے گھر کی چھت سے چڑھ کر گھر میں قادیانی نصیر داخل ہوا۔ اس نے شیخ سمیع قادیانی کو بندوق کے بٹ بھی مارے اور پھر چھت سے چھلانگ لگا کر قریبی گڑھے میں چھپ گیا۔ واویلا ہونے پر محلہ کے مسلمان بھی جمع ہوگئے۔ انہوں نے گھیرا ڈال لیا۔ ایس ایچ او پولیس کے ہمراہ موقع پر آگئے اور گڑھے سے ملزم کو پکڑ کر حوالہ جیل کیا۔ ملزم ابھی جیل میں ہے۔ شیخ سمیع بھی قادیانی اور ملزم نصیر بھی قادیانی، ان دونوں واقعات سے لگتا ہے کہ قادیانیوں کے گھروں میں جوتیوں میں دال بٹ رہی ہے۔ آپس میں شدید اختلافات کا شکار ہوکر خود ایک دوسرے پر حملہ آور ہورہے ہیں۔ بعض مررہے ہیں، بعض ہسپتالوں کو سدھار رہے ہیں اور بعض جیلوں کو آباد کررہے ہیں۔ ان کے یہ باہمی اختلافات ہی انشاء اللہ العزیز ان کی تباہی وبربادی کا باعث بن رہے ہیں۔ کنری کی قادیانی پارٹی سخت شرمسار ہے۔ ندامت کے عرق میں غرق ہے۔ ان کے چہرے مرزا قادیانی کے قلب کی طرح سیاہی چوس بن گئے ہیں۔ اللہ رب العزت کی دھرتی ان پر تنگ ہورہی ہے۔ ایک گستاخ رسول مردود زماں مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی ملعون کی پیروی نے ان کو نہ دین کا چھوڑا ہے نہ دنیا کا۔ لیکن ان کی شقاوت قلبی دیکھیے کہ منہ گٹر میں ہے اور پاؤں آسمان کی جانب کرنے سے اب بھی باز نہیں آرہے۔ ادریس قادیانی کی فائرنگ سے دو قادیانی موقع پر مردود ہوئے۔ ایک زخمی ہوا، وہ تو مسلمانوں کے موقع پر جمع ہونے سے ڈرامہ نہ کرسکے، ورنہ وہ اسے پہلے نہ معلوم قتل قرار دے کر مذہبی کیس بنانا چاہتے تھے۔

قادیانیوں کے پاس جدید اسلحہ ہے۔ اس کے باوجود ملزم نصیر قادیانی جس نے شیخ سمیع قادیانی پر حملہ کیا، اس کو قادیانیوں کا نہ پکڑنا، اس کا تعاقب نہ کرنا، اس ملزم کا سمیع شیخ قادیانی کو صرف بٹ مارنا اور نقصان نہ دینا، ملزم کو فرار کا موقع دینا، یہ سب امور قرائن بتاتے ہیں کہ وہ اس کو بھی مذہبی رنگ دینا چاہتے تھے۔ یہ ڈرامہ خود انہوں نے تیار کیا، یہ تو اللہ تعالیٰ نے کرم کیا کہ موقع پر ہمسایوں نے ملزم کا گھیرا تنگ کردیا۔ پولیس آگئی اور ملزم پکڑا گیا۔ ورنہ اگر وہ بھاگ جاتا تو قادیانی ڈرامہ مکمل ہوکر مسلمانوں پر ملبہ ڈال دیا جاتا، لیکن اللہ رب العزت نے کرم کیا کہ ملزم کے موقع پر پکڑے جانے سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوگیا اور قادیانی جماعت کے چہروں پر کالک کا ایک اور کوٹ چڑھ کر دنیا کے سامنے روسیاہ ہوگئے۔ اسی طرح کنری میں مختلف سڑکوں پر اللہ ورسول کا نام لکھا گیا۔ ایک بار تو قادیانی عبادت گاہ کی سڑک پر یہ لکھا ہوا پایا گیا: شہر میں ہندو آبادی بھی ہے، قادیانی خود سڑکوں پر اللہ رب العزت، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی لکھ کر اس کو ہندوؤں کے کھاتہ میں ڈال کر یہاں ہندو مسلم فساد کرانے کی دو بار ناکام کوشش کرچکے ہیں۔ غرض قادیانی سازش عروج پر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے کیے کی سزا میں ماخوذ فرمائیں تاکہ ملک ان کے حشر سے بچا رہے۔

وقف بورڈ آندھرا پردیش انڈیا میں قادیانی غیر مسلم

قارئین کے لئے یہ خبر خوشی کا باعث ہوگی کہ وقف بورڈ آندھرا پردیش انڈیا کے صدر مولانا خسرو پاشا نے اپنے فیصلہ میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے کر مسلم وقف بورڈ کے دروازے قادیانیوں پر بند کردیے ہیں۔ انڈیا جیسے سیکولر ملک کے ایک نیم سرکاری ادارہ کا فیصلہ، قادیانیوں کی مزید ذلت کا

باعث بنے گا اور اہل اسلام انڈیا کے اس سے حوصلے بلند ہوں گے۔ قادیانیت مزید رسوائی کی وادی میں گر گئی اور حق کو فتح نصیب ہوئی۔ فالحمد للہ تعالیٰ۔

سرائے نورنگ اور پشاور میں قادیانیوں کا قبول اسلام

خوست افغانستان کا ایک باسی عبداللطیف حج کے لئے گھر سے چلا، بدنصیبی کہ بجائے حج پر جانے کے قادیان چلا گیا۔ مرزا قادیانی کے ہاتھوں قادیانیت کا طوق پہن کر افغانستان گیا، وہاں جا کر مرزا قادیانی کی تعلیمات کے مطابق انگریز کی حمایت اور جہاد کی مخالفت کا دھندا شروع کر دیا۔ حکومت کو پتہ چلا تو علماء کے پاس کیس آیا۔ چنانچہ خان حبیب اللہ صاحبؒ والیٔ افغانستان کے عہد حکومت میں ۱۴؍جولائی ۱۹۰۳ء میں عبداللطیف قادیانی کو سنگسار کیا گیا۔ اس کا خاندان افغانستان سے پہلے پشاور آگیا اور پھر سرائے نورنگ میں آ کر آباد ہوا۔ یہ خاندان اب مستقل قبیلہ بن گیا، جو سب قادیانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ اب یہ قبیلہ اسلام قبول کر رہا ہے، ابھی حال ہی میں جناب نصیر احمد، جناب مبشر، جناب ابرار، جناب عامر، جناب ضیاء الحسن، جناب روح الدین، جناب یحییٰ ساکنان سرائے نورنگ نے قادیانیت ترک کر کے اسلام قبول کر لیا۔ مقامی علماء کرام کی محنت و جدوجہد جاری ہے۔ توقع ہے کہ بہت خوشخبریاں ملیں گی۔

۱۹؍مارچ ۲۰۱۲ء رات گئے جامع مسجد پایان یونیورسٹی روڈ پشاور میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سرحد کے سربراہ حضرت مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی کے خطاب کے دوران ایک قادیانی خاندان نے قبول اسلام کا اعلان کیا۔ انہی کے اعزاز میں یہ کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اس سے قبل بھی پشاور اور اس کے گردونواح میں کئی قادیانی گھرانے قادیانیت پر لعنت بھیج کر اسلام قبول کر چکے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق حیات آباد میں شریں محل سویٹ ہاؤس و بیکری ہے، جس کا مالک شیر افضل ولد عبدالمجید اور اس کے بیٹے مصطفیٰ و عبداللہ قادیانی تھے، جبکہ اس کے دو بیٹے بلال و عبدالعزیز خود کو مسلمان کہتے تھے۔ علاقے کے علماء کرام نے حضرت مولانا سید عبدالبصیر، حضرت مولانا سمیع اللہ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن کی قیادت میں بھرپور جدوجہد کی۔ چنانچہ شیر افضل، اس کے بیٹے مصطفیٰ اور عبداللہ نے اسلام قبول کر لیا۔ اس موقع پر بلال اور عبدالعزیز نے اشتباہ دور کرنے کے لئے اسلام قبول کرنے کے فارم پر دستخط کئے، یوں اس قادیانی گھرانے کے پانچ افراد نے قادیانیت اور اس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی پر لعنت بھیج کر اسلام قبول کر لیا۔ ان کے اسلام لانے کی خوشی میں ختم نبوت کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ اس موقع پر انہوں نے دوبارہ اعلان کر کے حاضرین کی خوشی میں اضافہ کیا۔ ان کے اسلام قبول کرنے کا بھرپور نعروں سے مسلمانوں نے خیر مقدم کیا۔ حضرت مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی نے ان کی استقامت علی الاسلام کے لئے دعا فرمائی۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ باقی ماندہ قادیانیوں کو بھی قبول اسلام کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین!

آئینہ قادیانیت کا بنگلہ زبان میں ترجمہ:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے حکم پر آئینہ قادیانیت نامی کتاب مرتب کی۔ اللہ رب العزت نے محض اپنے فضل و کرم سے اسے ایسے قبول فرمایا کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے درجہ عالیہ سال اول بنین میں یہ کتاب داخل نصاب ہے۔ آئینہ قادیانیت کا عربی، انگلش اور سندھی زبانوں میں ترجمہ شائع ہو چکا ہے اور اب آئینہ قادیانیت کا ترجمہ بنگلہ زبان میں بھی شائع ہو گیا ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد مدظلہ کی مساعی جمیلہ سے اس کا مستند ماہر عالم دین نے ڈھاکہ میں بنگلہ زبان میں ترجمہ کیا۔ ڈھاکہ میں ہی اسے عمدہ طباعت سے منظر عام پر لایا گیا۔ امید ہے کہ عنقریب اسے بنگلہ دیش کے دینی مدارس کے نصاب میں شامل کرنے کا مرحلہ بھی طے ہو جائے گا۔ فالحمد للہ تعالیٰ اولاً و آخراً۔

(روزنامہ اسلام کراچی ۲۲؍مارچ ۲۰۱۲ء)

ختم نبوت کا منکر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی ہے

قمبر علی خان... (مولانا محمد حسین ناصر) جامع مسجد و مدرسہ اسلامیہ دار القرآن والحدیث میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت دین اسلام کی بنیاد ہے، ختم نبوت کا منکر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی ہے، عقیدۂ ختم نبوت مسلمانوں کے تمام مسالک کا نقطۂ اتحاد ہے، عقیدۂ ختم نبوت پر غیر متزلزل ایمان کے بغیر کوئی بھی آدمی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص یہ دعویٰ نبوت کرے وہ بالاتفاق کافر و مرتد اور خارج از اسلام ہے۔ قادیان کا دجال، کذاب مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والے یہ تمام لوگ مرتد اور زندیق ہیں۔ حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے کہا کہ قادیانیت کسی مذہب کا نام نہیں ہے، قادیانیت نام ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں، باغیوں اور یہود و نصاریٰ کے ایجنٹوں کا، انگریز نے مرزا غلام احمد قادیانی سے نبوت کا دعویٰ کرا کر امت مسلمہ کی پیٹھ میں خنجر گھونپا ہے۔ انہوں نے کہا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اپنے قیام سے لے کر اب تک فتنہ قادیانیت اور جھوٹے مدعیان نبوت کے خلاف جدوجہد کر رہی ہے اور ان شاء اللہ آخری قادیانی مسلمان کرنے تک یہ جدوجہد جاری رہے گی۔

مرزائیت کی اسلام دشمنی!

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

سیاسی پس منظر:

۳۰؍جون ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں پیش کی گئی ہماری قرارداد میں مرزا غلام احمد قادیانی کے جہاد کو ختم کرنے کی کوششوں کا بھی ذکر ہے اور یہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا اور اس کا واحد مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا تھا اور یہ کہ مرزائی خواہ انہیں کوئی بھی نام دیا جائے، اسلام کے فرقہ ہونے کا بہانہ کر کے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

ہم ان حسب ذیل چار باتوں کا جائزہ مرزائی تحریرات اور ان کی سرگرمیوں اور عزائم کی روشنی میں لیتے ہیں:

(الف) مرزائیت سامراجی اور استعماری مقاصد اور ارادوں کی پیداوار ہے۔

(ب) ان مقاصد کے حصول کے لئے جہاد کو نہ صرف ہندوستان (تب پاکستان آزاد نہیں ہوا تھا) بلکہ پورے عالم اسلام میں قطعی حرام ناجائز اور منسوخ کروانا۔

(ج) ملت مسلمہ کے شیرازۂ اتحاد اور وحدت ملت کو منتشر اور تباہ کرنا۔

(د) پورے عالم اسلام اور پاکستان میں تخریبی اور جاسوسی سرگرمیاں۔

یورپی استعمار اور مرزائیت:

پہلی بات کہ مرزا قادیانی اور اس کے پیروکار یورپی استعمار (استعمار سے مراد ہے نوآبادی قائم کرنا، کسی آزاد ملک کو غلام بنالینا: مرتب) کے آلۂ کار ہیں۔ ایک ایسی حقیقت کھلی ہے جس کا نہ صرف مرزا قادیانی کو اعتراف ہے بلکہ وہ فخر و مباہات کے ساتھ بہانگِ دہل ان باتوں کا اپنی ہر تحریر اور تصنیف میں اعلان کرتا پھرتا ہے، وہ بلا جھجک اپنے کو انگریزوں کا خود کاشتہ پودا اور خاندانی وفادار اور سلطنت انگلشیہ کو آقائے ولیٔ نعمت اور حمت خداوندی اور انگریزوں کی اطاعت کو مقدس دینی فریضہ قرار دیتا ہے۔ ادھر انگریزی حکام اور سامراج بھی دل کھول کر ان کی وفاشعاریوں کو سراہتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یورپ اور برطانیہ مرزا کو اپنے استعماری اور اسلام دشمن مقاصد کے لئے کن طریقوں سے استعمال کرتے رہے۔

اٹھارھویں صدی کا نصف آخر اور یورپی استعمار:

اٹھارھویں صدی عیسوی کے نصف آخر ہی میں یورپی سامراج (سامراج بھی استعمار کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے: مرتب) دنیا کے بیشتر حصوں پر اپنے نوآبادیاتی عزائم کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ ان سامراجی طاقتوں میں برطانیہ پیش پیش تھا۔ اطالوی، فرانسیسی اور پرتگالی براعظم افریقہ کو اطالوی سومالی لینڈ، فرانسیسی سومالی لینڈ، پرتگالی مشرقی افریقہ اور برطانوی مشرقی افریقہ میں منقسم کرنے کے بعد مشرق وسطی کے بعض علاقوں میں سامراجی ریشہ دوانیوں میں مصروف تھے۔ اٹلی نے اریٹیریا، فرانس نے جزیرۂ مڈگاسکر اور برطانیہ نے رہوڈیشیا اور یوگنڈا کو نوآبادیوں میں تقسیم کر دیا، نام نہاد خود مختار علاقوں میں یونین آف ساؤتھ افریقہ کے علاوہ مصر، حبشہ اور لائیبریا کا شمار ہوتا تھا۔

یورپی سامراج نے اس زمانے میں ہندوستان، برما اور لنکا کو زیرنگین لانے کے لئے کشمکش کا آغاز کر دیا تھا اور بحرِ ہند کو اپنی استعماری سرگرمیوں کی آماجگاہ بنالیا۔ مشرقی ساحل پر ملائی ریاستوں میں سنگاپور ایک اہم بیری اڈا تھا جس کو بنیاد بنا کر بحرِ ہند، بحرالکاہل، ڈچ ایسٹ انڈیز اور جنوبی آسٹریلیا کو جدا جدا کیا جاسکتا تھا۔ استعماری طاقتوں کو اپنے مذموم ارادوں کی تکمیل میں اس وقت زیادہ آسانی ہوگئی جب ۱۷۶۹ء بحیرۂ قلزم اور بحیرۂ احمر کا آسان راستہ اختیار کیا جانے لگا، ۱۸۷۸ء تک برطانیہ جبرالٹر اور مالٹا کو زیراثر لا کر قبرص پر تسلط جما چکا تھا، دن ۱۸۳۹ء میں محکوم بنایا جاچکا تھا، اب پورے جنوب مغربی ایشیا پر قبضہ کرنا باقی تھا۔

انگریز اور برصغیر:

انگریز نے جب برصغیر اور عالم اسلام میں اپنا پنجۂ استبداد جمانا شروع کیا تو اس کی راہ میں دو باتیں رکاوٹ بننے لگیں، ایک تو مسلمانوں کی نظریاتی وحدت، دینی معتقدات سے غیر متزلزل وابستگی اور مسلمانوں کا وہ تصورِ اخوت جس نے مغرب و مشرق کو جسدِ واحد بنا کے رکھ دیا تھا۔ دوسری بات مسلمانوں کا لافانی جذبۂ جہاد جو بالخصوص عیسائی یورپ کے لئے صلیبی جنگوں کے بعد وبالِ جان بنا ہوا تھا اور آج ان کے سامراجی منصوبوں کے لئے قدم قدم پر سدِ راہ ثابت ہو رہا تھا، اور یہی جذبۂ جہاد تھا جو مسلمانوں کی ملی بقا اور سلامتی کے لئے گویا حصار اور قلعہ کا کام دے رہا تھا۔ انگریزی سامراج ان چیزوں سے بے خبر نہ تھی،

اس لئے اپنے معروف ابلیسی حربہ ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' (Divide & Rule) سے عالم اسلام کی جغرافیائی اور نظریاتی وحدت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہا۔ دوسری طرف عالم اسلام بالخصوص برصغیر میں نہایت عیاری سے مناظروں اور مباحثوں کا بازار گرم کر کے مسلمانوں میں فکری انتشار اور تذبذب پیدا کرنا چاہا اور اس کے ساتھ ہی انگریزوں پر سلطان ٹیپو شہیدؒ، سید احمد شاہ شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ اور ان کے بعد جماعت مجاہدین کی مجاہدانہ سرگرمیاں اور علماء حق کا ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر جہاد کا فتویٰ دینا اور بالآخر ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی میں نہ صرف ہندوستان بلکہ باہر عالم اسلام میں مغربی استعمار کے خلاف مجاہدانہ تحریکات سے یہ حقیقت اور بھی عیاں ہو کر سامنے آ گئی کہ جب تک مسلمانوں کے اندر جذبۂ جہاد قائم ہے، سامراج کبھی بھی اور کہیں بھی اپنا قدم مضبوطی سے نہیں جما سکے گا، مسلمانوں کی یہ چیز نہ صرف ہندوستان (یہ اس وقت کی بات ہے جب پاکستان آزاد نہیں ہوا تھا: مرتب) بلکہ پوری دنیا میں یورپ کے لئے وبال جان بنی ہوئی تھی۔

مرزا قادیانی کے نشوونما کا دور اور عالم اسلام کی حالت:

انیسویں صدی کا نصف آخر جو مرزا قادیانی کے نشوونما کا دور ہے اکثر ممالک اسلامیہ جہاد اسلامی اور جذبۂ آزادی کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ برصغیر کے حالات تو مختصراً معلوم ہو چکے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہی زمانہ ہے جب برصغیر کے باہر پڑوسی ممالک افغانستان میں ۱۸۷۸،۷۹ء میں برطانوی افواج کو افغانوں کے جذبہ جہاد سرفروشی سے دوچار ہونا پڑتا ہے جو بالآخر انگریزوں کی شکست اور پسپائی پر ختم ہو جاتا ہے۔

ترکی میں ۱۸۷۶ء سے لے کر ۱۸۷۸ء تک انگریزوں کی خفیہ سازشوں اور درپردہ معاہدوں کو دیکھ کر جذبۂ جہاد بھڑکتا ہے، طرابلس الغرب میں شیخ سنوسی، الجزائر میں امیر القادر (۱۸۸۰ء) اور روس کے علاقہ داغستان میں شیخ محمد شامل (۱۸۷۰ء) بڑی پامردی اور جانفشانی سے فرانسیسی اور روسی استعمار کو للکارتے ہیں۔ ۱۸۸۱ء میں مصر میں مصری مسلمان سربکف ہو کر انگریزوں کی مزاحمت کرتے ہیں۔

سوڈان میں انگریز قوم قدم جمانا چاہتی ہے تو ۱۸۸۱ء میں مہدی سوڈانی اور ان کے درویش جہاد کا پھریرا بلند کر کے بالآخر انگریز جنرل گارڈن اور اس کی فوج کا خاتمہ کرتے ہیں اور استخلاص وطن کے لئے جان فروشی اور جان نثاری کے جذبہ سے دوچار تھیں۔

مسلمانوں کی ان کامیابیوں کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے ایک انگریز مصنف لکھتا ہے کہ:

''مسلمانوں میں دینی سرگرمی بھی کام کرتی تھی کہتے تھے کہ فتح پائی تو غازی مرد کہلائے، حکومت حاصل کی، مر گئے تو شہید ہو گئے۔ اس لئے مرنا یا مارڈالنا بہتر ہے اور پیٹھ دکھانا بیکار۔''

(تاریخ برطانوی ہند، ص:۳۰۴ مطبوعہ ۱۹۳۵ء)

ایک حواری نبی کی ضرورت:

ایک برطانوی دستاویز ''دی ارائیول آف برٹش ایمپائر ان انڈیا'' میں ہے اور بیرونی تمام شواہد بھی اس کی تائید کرتے ہیں کہ:

''۱۸۶۹ء میں انگلینڈ سے برطانوی مدبروں اور مسیحی راہنماؤں کا ایک وفد اس بات کا جائزہ لینے برصغیر آیا کہ مسلمانوں کو رام کرنے کی ترکیب اور برطانوی سلطنت سے وفاداری کے راستے نکالنے پر غور کیا جائے۔ اس وفد نے ۱۸۷۰ء میں دو رپورٹیں پیش کیں، جن میں کہا گیا تھا کہ ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی راہنماؤں کی اندھا دھند پیروکار ہے۔ اگر اس وقت ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو اپاسٹالک پرافٹ (Apostolic Prophet) (حواری نبی) ہونے کا دعویٰ کرے تو بہت سے لوگ اس کے گرد اکٹھے ہو جائیں گے لیکن مسلمانوں میں ایسے کسی شخص کو ترغیب دینا مشکل نظر آتا ہے۔ یہ مسئلہ حل ہو جائے تو پھر ایسے شخص کی نبوت کو حکومت کی سرپرستی میں بطریق احسن پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔ اب کہ ہم پورے ہندوستان پر قابض ہیں تو ہمیں ہندوستانی عوام اور مسلمان جمہور کی داخلی بے چینی اور باہمی انتشار کو ہوا دینے کے لئے اس قسم کے عمل کی ضرورت ہے۔'' (حوالہ عجمی اسرائیل، ص:۱۹)

سامراجی ضرورتیں.... مرزا قادیانی اور اس کا خاندان:

یہ ماحول تھا اور سامراجی ضرورتیں جس کی تکمیل مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت اور تنسیخ جہاد کے اعلان نے کی اور بقول علامہ محمد اقبالؒ یہ حالات تھے:

''قادیانی تحریک فرنگی استبداد کے حق میں الہامی سند بن کر سامنے آئی۔''

(حرف اقبال، ص:۱۲۵)

انگریز کو مرزا غلام احمد قادیانی سے بڑھ کر کوئی اور موزوں شخص ان کے مقاصد کے لئے مل بھی نہیں سکتا تھا۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں کافروں کی حمایت اور مسلم دشمنی اس کو خاندانی ورثہ میں ملی تھی۔

مرزا کا والد غلام مرتضیٰ اپنے بھائیوں سمیت مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوج میں داخل ہوا، اور سکھوں کے لئے قابل قدر خدمات انجام دیں، پہلے سکھوں سے مل کر مسلمانوں سے لڑا، جس کے صلہ میں رنجیت سنگھ نے ان کو کچھ جائیداد واگزار کر دی۔

مرزا قادیانی کی سیرت میں ہے کہ ۱۸۴۳ء میں اس کا والد ایک پیادہ فوج کا کمیدان بنا کر پشاور روانہ کیا گیا اور ہزارہ کے مفسدے (یعنی سید احمد شہید اور مجاہدین کے جہاد) میں اس نے کارہائے نمایاں انجام

دیئے (آگے ہے) کہ یہ تو تھا سرکار کا نمک حلال ۱۸۴۸ء کی بغاوت میں ان کے ساتھ اس کے بھائی غلام محی الدین (مرزا غلام احمد کے چچا) نے بھی اچھی خدمات انجام دیں ان لوگوں نے سکھوں کے باغیوں سے مقابلہ کیا ان کو شکست فاش دی۔

(سیرت مسیح موعود ص:۳،۲ مرتبہ مرزا بشیر الدین محمود، مطبوعہ اللہ بخش اسٹیم پریس قادیان)

۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی میں مرزا غلام احمد قادیانی کے والد مرزا غلام مرتضیٰ نے انگریز کا حق نمک یوں ادا کیا کہ خود مرزا غلام احمد کو اعتراف ہے کہ:

''میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرا والد غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا جن کو دربار گورنری میں کرسی ملی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن کی تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو امداد دی تھی، یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔'' (اشتہار واجب الاظہار منسلک کتاب البریہ، ص:۱۳ از مرزا غلام احمد قادیانی)

اس کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کے والد اور بھائی غلام قادر کو انگریزی حکام نے اپنی خوشنودی کے اظہار اور اس کی خدمات کے اعتراف کے طور پر جو خطوط لکھے، ان خطوط کا تذکرہ بھی بحولہ بالا کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی نے کیا ہے کہ مسٹر ولسن نے اس کے والد مرزا غلام مرتضیٰ کو لکھا ہے کہ:

''میں خوب جانتا ہوں بلاشبہ آپ اور آپ کا خاندان سرکار انگریزی کا جاں نثار و وفادار اور ثابت قدم خدمت گار رہا ہے۔'' (خط ۱۱ رجون ۱۸۴۹ء لاہور مراسلہ ص:۳۵۳، حوالہ بالا ص:۳)

مسٹر رابرٹ کسٹ کمشنر لاہور بنام مرزا غلام مرتضیٰ اپنے خطوط مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۸۵۸ء میں ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی میں انگریز کے لئے ان خدمات کے اعتراف اور اس کے بدلے خلعت اور خوشنودی سے نوازنے کی اطلاع دیتے ہیں۔

یہ خاندانی اطاعت جس شخص کی گھٹی میں شامل تھی، اس نے اپنی وفاشعاریوں کا یوں اعتراف کیا ہے۔ ستارہ قیصرہ میں مرزا قادیانی لکھتا ہے:

''مجھ سے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک میں اور نیز دوسرے بلاد اسلام میں ایسے مضمون شائع کئے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے، لہٰذا ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکر گزار اور دعا گو رہے اور یہ کتابیں میں نے مختلف زبانوں یعنی اردو، فارسی، عربی میں تالیف کرکے اسلام کے تمام ملکوں میں پھیلادیں اور یہاں تک کہ اسلام کے دو مقدس شہروں مکہ اور مدینہ میں بھی بخوبی شائع کردیں اور روم کے پایۂ تخت قسطنطنیہ اور بلاد شام اور مصر اور کابل اور افغانستان کے متفرق شہروں میں جہاں تک ممکن تھا اشاعت کردی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے وہ غلیظ خیالات چھوڑ دیئے جو نافہم ملاؤں کی تعلیم سے ان کے دلوں میں تھے یہ ایک ایسی خدمت مجھ سے ظہور میں آئی ہے کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں میں اس کی نظیر کوئی مسلمان دکھا نہیں سکا۔''

(ستارۂ قیصرہ ص:۳،۴، مرزا غلام احمد قادیانی)

یہی نہیں بلکہ پورے برٹش انڈیا میں اتنی ''بے نظیر'' خدمت کرنے والے شخص نے بقول خود انگریزی اطاعت کے بارے میں اتنا کچھ لکھا کہ پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔

(تریاق القلوب ص:۱۵، مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

مرزا قادیانی سرکار برطانیہ کے متعلق لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کو ایک چٹھی میں اپنے خاندان کو پچاس برس سے وفادار جان نثار اور اپنے آپ کو انگریز کا خود کاشتہ پودا لکھتا ہے اور اپنی ان وفاداریوں اور اخلاص کا واسطہ دے کر اپنے اور اپنی جماعت کے لئے خاص نظر عنایت کی التجا کرتا ہے۔

(تبلیغ رسالت ج:۷، مجموعہ اشتہارات مرزا قادیانی ص:۱۹۰)

مساجد و مدارس اسلام کی بقا کا ذریعہ ہیں

کراچی... ۱۸ رفروری ۲۰۱۲ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرب جامع مسجد مفتی احمد الرحمٰن نزد مشین ٹول فیکٹری بھینس کالونی لانڈھی میں سیرۃ خاتم الانبیاء کانفرنس میں حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ مدظلہ نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ مساجد و مدارس اسلام کی بقا اور حیات کا ذریعہ ہیں، ان میں پڑھنے والے دین اسلام کا سرمایہ ہیں، لہٰذا ہمیں ان میں پڑھنے والے بچوں کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دینی چاہئے۔ اسی طرح مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ مدظلہ نے ۲۶ فروری بروز اتوار بعد نماز ظہر جامع مسجد محمودہ برکات مدینہ کالونی بھینس کالونی میں جامعہ مریم للبنات کی طالبات اور عام خواتین و حضرات میں بیان کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرما کر امت پر احسان عظیم کیا، اس لئے ہمیں اپنی زندگی کے ہر موڑ پر نبی والا طریقہ اختیار کرنا چاہئے تاکہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہوجائیں۔

پاکستان میں ''اسلام'' جرم کیوں؟

محمد زاہر نور البشر

رنکل کماری 16 جنوری 1992ء کو ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوئی تھی، اس کا تعلق گھوٹکی کے علاقہ میرپور ماتھیلو سے ہے، اس نے ابتدائی تعلیم اپنے ہی علاقہ سے حاصل کی، 2009ء میں اس نے میرپور ماتھیلو کے مہران پبلک ہائی اسکول سے میٹرک کی تعلیم مکمل کی، اسے ابتدا سے ہی اسلام کے مطالعہ کا شوق تھا، وہ ہمیشہ اسلامی کتب کا مطالعہ کیا کرتی تھی، انہی اسلامی کتب نے رفتہ رفتہ اس کے اندر انقلاب بپا کر دیا، اس نے 24 فروری 2012ء کو ''خانقاہ عالیہ قادریہ بھرچونڈی شریف'' میں میاں عبدالحق کے ہاتھ میں اسلام قبول کرلیا اور یوں وہ رنکل کماری سے ''فریال'' بن گئی، اس کے بعد اس نے ایک مسلمان نوجوان نوید شاہ سے شادی کرلی، شادی اس کی اپنی مرضی سے ہوئی تھی، چنانچہ اس کا یہ عمل اس کے ہندو خاندان کے افراد کو ایک آنکھ نہیں بھایا، انہوں نے اس کے اس اقدام کو اپنی ''عزت'' پر ''ڈرون حملہ'' تصور کیا، چونکہ یہ ان کی ناک کا مسئلہ تھا، اس لیے اس کے خاندان کے افراد اس پر دوبارہ اپنے مذہب کی طرف پھر جانے کے لیے دباؤ ڈالنے لگے، انہوں نے اسے جان سے مار ڈالنے کی دھمکی بھی دی، لیکن اس کے پائے استقامت میں لرزش تک نہ آسکی، یوں وہ ان کے دباؤ میں نہیں آئی، وہ اپنے رب کے سچے مذہب پر ڈٹی رہی، جب دباؤ، دھمکی اور دھونس سے بیل منڈھے چڑھتی نظر نہیں آئی تو انہوں نے اس کے خلاف جھوٹا کیس دائر کرنے کی کوشش کی، چنانچہ اس کے ارب پتی ماموں راجیش کمار نے اپنا اثر ورسوخ استعمال کرتے ہوئے اس کو جھوٹے مقدمہ میں پھنسا دیا، اس کے ماموں کے پیپلز پارٹی کے اہم بندوں تک رسائی اور تعلقات ہیں، یوں اس بے گناہ نومسلمہ کے خلاف کیس دائر ہوگیا، پٹیشن میں یہ کہا گیا کہ اس کو نوید شاہ نے اغوا کرکے اس سے زبردستی شادی رچالی ہے، اس لیے ہماری بچی ہمارے حوالہ کی جائے، اس کے بعد اسے انصاف کے لیے دَر دَر ٹھوکریں کھانی پڑیں، وہ کورٹ کچہری سے پولیس تھانے تک اِدھر اُدھر دھکے کھاتی رہی، حالانکہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ بیٹھ کر کراچی پریس کلب میں ببانگ دہل کہہ چکی ہے کہ اس نے پورے ہوش وحواس کے ساتھ اپنی مرضی سے اسلام قبول کرکے نوید شاہ سے خود شادی کی ہے، اس کے اس جرم پر اس کا میڈیا ٹرائل کیا گیا، ہیومن رائٹس کی تنظیموں، قوم پرست رہنماؤں اور ہندو برادری کی طرف سے طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا گیا، سیکولر صحافیوں نے بھی اپنے دل کی بھڑاس نکالی، دردمند مسلمانوں کی طرف سے لاکھ احتجاج اور خود اس کی فریاد والتجا کے باوجود اب وہ بے چاری دارالامان (شیلٹر ہوم) میں لے جائی جاچکی ہے، وہ آخر تک حکام کی طرف سے میڈیکل ٹیسٹ کرنے پر پاکستانیوں کو جھنجھوڑتی رہی کہ میں نے اسلام قبول کرکے کوئی اتنا بڑا جرم نہیں کرلیا، اور یہی پوچھتی رہی کہ کیا پاکستان میں اسلام قبول کرنا جرم ہے؟

اسی طرح آپ ''لتا کماری'' کی کہانی بھی دیکھ لیں، یہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری کی حامل ہے، اس نے بھی گزشتہ دنوں اسلام قبول کرلیا ہے، اب وہ ''لتا کماری'' سے ڈاکٹر حفصہ بن چکی ہے، اسے بھی اپنی برادری کی طرف سے ہراساں کیا جارہا تھا، یہ اسی جرم کی پاداش میں کئی دنوں تک عدالتوں کے دَر دَر اپنی جوتیاں چٹخانے کے بعد اب وہ بھی زبردستی دارالامان منتقل کردی گئی ہے، ان دونوں کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ''اسلامی جمہوری حکومت'' کی جانب سے باعزت ملازمت، مناسب رہائش اور تحفظ فراہم کرنے کے بجائے الٹا ان دونوں کو ہراساں کیا گیا، جو کہ انتہائی افسوسناک اور شرمناک عمل ہے، پرایوں کو چھوڑیے! اپنوں نے ان کے ساتھ جو کیا ہے، اس سے ہر دردمند پاکستانی کا سر شرم سے جھک گیا ہے، ''آزاد عدلیہ'' نے بھی اس موقع پر اندھے پن کا مظاہرہ کرکے انصاف کے ساتھ ایک انتہائی بے ہودہ مذاق کیا، جب چند دن پہلے معصوم آمنہ کو اس کی فرنچ ماں کے حوالے کیا جارہا تھا، تب بھی وہ فلک شگاف چیخیں مار مار کر کہہ رہی تھی کہ اس نے اس کی کافر ماں کے پاس نہیں جانا، لیکن کسی کے کان میں جوں تک نہیں رینگی، اب ان دونوں کو اسلام قبول کرنے کی اسلامی ملک میں جو سزا دی جارہی ہے، اس کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی، اس کے برعکس دنیا کی سب سے بڑی سیکولر ریاست ہندوستان کی انتہا پسند تنظیم شیوسینا کے

سربراہ ہال ٹھاکرے کو دیکھ لیں!جو زمانے کا ''ابوجہل''ہیں اور جن کا نام اسلام دشمنی کا ایک استعارہ ہے،جب ان کی پوتی ڈاکٹر نیہا ٹھاکرے نے اسلام قبول کیا،تب اس پر انہوں نے بھی اتنا خطرناک ردعمل نہیں کیا،کسی نے وہاں اس پر ذہنی تشدد نہیں کیا،وہاں کے انتہائی متعصب میڈیا نے اس کے خلاف اس طرح پروپیگنڈہ نہیں کیا،جس طرح ہم فریال اور ڈاکٹر حفصہ کے ساتھ کر رہے ہیں،اسی طرح آپ برطانوی صحافی یوآنے رڈلی(yvonne ridley)کو دیکھ لیں،جنہوں نے افغانستان میں چند دن طالبان کے ساتھ بتائے اور پھر مسلمان ہوگئیں، جس پر پوری دنیا ورطۂ حیرت میں پڑ گئی،لیکن کسی نے ان کے خلاف باچھیں نہیں پھاڑیں،ٹونی بلیئر کی سالی نے بھی اسلام قبول کیا،لیکن ان کا اس طرح میڈیا ٹرائل نہیں کیا گیا،امریکی گلوکارہ مسلمان ہوئی،اس کو کسی نے شیلٹر ہوم نہیں بھیجا،ہالی ووڈ اداکار بھی پچھلے دنوں مشرف بہ اسلام ہوئے لیکن وہاں کسی نے ان سے تند و ترش سوالات نہیں کیے،پچھلے سال 5000 سے زائد یورپین مرد وخواتین بھی اسلام کے دائرہ میں آئے،لیکن وہاں کسی نے ان کے خلاف گلا نہیں پھاڑا،لیکن پاکستان میں ایسا کیوں ہے؟کیا یہاں اسلام قبول کرنا واقعی کوئی گناہ ہے؟ایسا تو بھارت،برطانیہ اور کسی دوسرے ملک میں بھی نہیں ہوتا،انتہائی سینئر صحافیوں تک نے اس معاملہ میں ڈس انفارمیشن کا سہارا لیا،حقائق کو یکسر بدل کر یہ سوال کر بیٹھے کہ کلاشنکوف کے سائے تلے اسلام قبول کروانا کیسا ہے؟ان کے ری ایکشن کو دیکھ کر ایسا لگ رہا ہے گویا واقعی فریال نے بہت بڑا اور ناقابل معافی جرم کرلیا ہو،حالانکہ فریال بارہا کہہ چکی کہ اس نے اپنی مرضی سے باہوش وحواس شادی کی ہے،لیکن پھر بھی اس کے خلاف یہ میڈیا کمپین گہری سازش نہیں تو اور کیا ہوسکتی ہے؟یہ پاکستان کے تمام ہی مسلمانوں کے ایک لمحہ فکریہ ہے!

ان دونوں کے کیس سے قطع نظر اگر آپ پاکستانی معاشرے کو ہی دیکھ لیں تو آپ کو لگے گا کہ یہ صرف فریال اور ڈاکٹر حفصہ کی ہی کہانی نہیں،بلکہ یہاں دین پر کامل عمل پیرا تعلیم یافتہ نوجوان،چار دیواری میں کٹی باپردہ خاتون اور مسجد کے ایک گوشہ میں لرزتے کانپتے بوڑھے تک آج اپنے معاشرے کے ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں،آج ہمارے ہی معاشرے میں شعائر اسلام کی پابندی کرنے والے کو حقیر ترین مخلوق سمجھا جاتا ہے،آج اسلامی جمہوریہ پاکستان میں واقعی اسلام کا نام لینا جرم بنادیا گیا ہے،یہاں اسلام پر کما حقہ عمل کرنا انگارہ ہاتھ میں لینے کے مترادف ہوگیا ہے،شریعت مطہرہ کے نفاذ کا نعرہ لگانے والا میڈیا کے لعن طعن اور تنقید کا نشانہ بنتا ہے، جہاں یہ سب کچھ ہوتا ہو،وہاں کے نقار خانوں میں ان دو طوطیوں کی آواز کون سنے گا؟

ذرا بتایئے!محسن پاکستان کی شخصیت کا جرم کیا تھا؟اسی اسلام،عالم اسلام اور پاکستان سے ہی محبت کی پاداش میں سپرد زنداں کردیے گئے،آپ امریکی عقوبت خانہ میں کسی ''محمد بن قاسم'' کو آواز دیتی پابجہ سلاسل عافیہ صدیقی کو دیکھیں!اس کا جرم بھی یہی تھا کہ وہ اسلام سے بے تحاشا محبت کرتی تھی اور وہ حافظہ قرآن تھی،ہم نے اسے بھی انسان نما درندوں کے ہاتھوں فروخت کرڈالا،آپ لال مسجد میں راکھ بننے والی طالبات کو یاد کریں!ان کا جرم بھی یہی تھا کہ وہ اپنے پیارے وطن میں اسلامی نظام نافذ کرنا چاہتی تھیں،دیکھیے!ان کا حشر کیا ہوا؟آپ سوات آپریشن کو ذرا یاد کیجیے!وہاں کے مکینوں کے خلاف آپریشن کیوں کیا گیا؟وہ صرف یہی چاہتے تھے ناں کہ ان کے ملک میں نظامِ عدل ریگولیٹ ہو،ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا گیا؟جہاد افغانستان اور جہاد کشمیر کے مجاہدین کل تک ہیرو تھے اور آج دہشت گرد ہوگئے،اس افغان سفیر ملا عبدالسلام ضعیف کا کیا قصور تھا،صرف یہی کہ وہ ایک خالص اسلامی مملکت کا نمائندہ تھا،جسے ہم نے خون آشام امریکی بھیڑیوں کے ہاتھوں میں فروخت کرڈالا،یہ صرف چند ایک واقعات ہیں،اس کے علاوہ میڈیا کے ذریعے اسلامی معاشرے کے خلاف جو جنگ لڑی جارہی ہے،وہ ایک الگ اور لامتناہی سلسلہ ہے،تفصیل میں جائیں تو پھر حقائق کے اور در کھلتے جائیں گے۔

سچ تو یہ ہے کہ آج پاکستان کے مسلمانوں سے ان کا اسلامی تشخص،اسلامی شناخت اور پہچان سلب کرنے کی ایک سوچی سمجھی منصوبہ بندی کے ساتھ سازش جاری ہے،وہ پاکستان جو صرف اور صرف اسلام کے قلعہ کے طور پر وجود میں آیا تھا،جس کے لیے لاکھوں فرزندان توحید نے اپنی جانیں نچھاور کیں،جو آج بھی عالم اسلام کی امیدوں کا محور ومرکز ہے،اس میں تو دو رائے ہو ہی نہیں سکتی کہ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے،لیکن آج یہاں قانون سازی سے لے کر ان کے نفاذ تک جو کچھ بھی ہورہا ہے،وہ اکثر سراسر اسلام سے متصادم،مخالف اور متضاد ہورہا ہے،یہاں مخصوص لابیز اس کی اسلامی شناخت کو مٹانے پر تلی ہوئی ہیں،پارلیمنٹ میں اس کا نام ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' سے بدل کر ''عوامی جمہوریہ پاکستان'' رکھنے اور وزارت عظمیٰ اور صدارتی امیدوار کے لیے مسلمان ہونے کی شرط کے خاتمہ کے لیے قرارداد بھی پیش کی جاچکی ہے،اسلام کی حالت یہاں اس بوڑھے باپ جیسی ہوتی جارہی ہے،جسے اس کے بچے ''ایکسپائر'' قرار دے کر گھر سے باہر فٹ پاتھ پہ بٹھادیتے ہیں،یہاں سیکولر لابیز، طاغوتی طاقتیں اور سامراجی قوتیں منظم پلاننگ کے

ساتھ اسلام کو دیس نکالا دینا چاہتی ہیں۔

لیکن ایک بات ہمیشہ یاد رہے! سیکولرازم کے علمبردار لاکھ کوشش کرلیں، ان کا ’’سیکولر پاکستان‘‘ کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا، یہ پاکستان ’’لا الہ الا اللہ‘‘ کے نعرے پر حاصل کیا گیا ہے، اس کی بنیادوں میں لاکھوں شہیدوں کا خون موجزن ہے، یہ مملکت خداداد شہیدوں کی امانت ہے، انہوں نے خدا کے دین کی خاطر قربانیاں دی ہیں، ان کو خدا اکارت جانے نہیں دے گا، اس کی اساس بھی اسلام ہے اور منزل بھی، راہ عمل بھی شریعت محمدیہ ہے اور نظام عمل بھی! اسلام نہیں تو کچھ بھی نہیں، اسلام اس ریاست خداداد کا لاحقہ ہے، اس سے اس کی یہ شناخت کوئی نہیں چھین سکتا، یہ قوم لوڈشیڈنگ، مہنگائی اور بدامنی کو سہہ جاتی ہے، لیکن اپنے دین، مذہب اور شریعت کی خاطر یہ کوئی کمپرومائز نہیں کرتی، دنیا کی کوئی طاقت نہیں، جو اس سے یہ تشخص سلب کرسکے اور جو یہاں اسلامی نظام کی راہ میں رکاوٹ بنے یا اپنی دریدہ دہنی کا مظاہرہ کرے گا، اس کا انجام بھی عبرت ناک ہوگا، آپ سلمان تاثیر اور شہباز بھٹی جیسے دریدہ دہن لوگوں کا انجام بھی دیکھ لیں!، وہ کس ٹریجڈی کا شکار ہوئے؟ یہ قوم اسلام کی خاطر ہر دکھ، تکلیف اور مصیبت کو جھیلنے کو ہمہ وقت تیار ہے اور یہ قوم پاکستان میں اپنی آخری سانس تک اسلام کی خاطر جدوجہد کرتی رہے گی، کیونکہ یہ ایک خدا کے ماننے والے ہیں اور اسی کی خاطر جیتے، لڑتے اور مرتے ہیں، یہ خدا کی جنگ ہے اور اس کے مدمقابل آنے والوں کو نوید ہو کہ دنیا کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ آج تک خدا سے کوئی نہیں جیت سکا......!

☆☆..................☆☆

نومسلم فریال کو قانونی تحفظ دے کر اس کے شوہر کے حوالے کیا جائے: محمد اسماعیل شجاع آبادی

ہالائی (رپورٹ: مولوی سید حماد اللہ شاہ) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام اندرون سندھ جن کانفرنسوں کا اہتمام کیا گیا، ان میں سے ایک کانفرنس کا انعقاد ۱۸؍مارچ ۲۰۱۲ء بروز اتوار کو جامعہ اسلامیہ دارالفضل و خانقاہ نقشبندیہ دستگیریہ ہالائی میں ہوا، اس پروگرام میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ اور حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ مدظلہ نے خصوصی شرکت کرنا تھی، لیکن حضرت امیر مرکزیہ مدظلہ کو دوران سفر دل میں تکلیف بڑھ جانے کی بنا پر ٹنڈو آدم کانفرنس سے واپس کراچی روانہ ہونا پڑا (اللہ تعالیٰ حضرت کو صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ مستقرہ عطا فرمائیں اور ان کا سایہ ہم پر دراز فرمائیں)۔ اگلے پروگراموں کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مرکزی مبلغ مولانا قاضی احسان احمد، مولانا محمد انس جلال پوری و دیگر رفقاء کا انتخاب ہوا۔ مذکورہ وفد دن ۱۱ بجے جیسے ہی ہالائی شہر کے اسٹاپ پر پہنچا تو وہاں راقم الحروف، جامعہ کے اساتذہ اور جمعیت علماء اسلام کے رہنماؤں مولانا غلام مصطفیٰ، مولانا عبیداللہ عابد، مولانا عبدالقیوم، قاری مشتاق احمد نے خانقاہ کے مریدین کے ساتھ مہمانوں کا استقبال کیا اور جلوس کی شکل میں جامعہ تشریف لائے۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز قاری عبدالرؤف کی تلاوت اور حافظ عبدالحق چنا کی حمد و نعت سے ہوا، پروگرام کی صدارت جامعہ کے مہتمم و خانقاہ کے سجادہ نشین حضرت سائیں سید نثار احمد شاہ فرما رہے تھے۔ یاد رہے اس جامعہ و خانقاہ کی بنیاد پیر طریقت ولی کامل مولانا سید غلام دستگیر شاہؒ نے اپنے پیر و مرشد شیخ المشائخ مولانا سید فضل علی قریشی نوراللہ مرقدہ کے ہاتھوں سے رکھوائی اور سلسلہ نقشبندیہ کا فیض عام کیا۔ اس موقع پر مولانا قاضی احسان احمد نے کہا کہ آج اتوار کا دن ہے، اکثر لوگ اپنا آرام و ذاتی کام کاج چھوڑ کر اتنی کثیر تعداد میں یہاں شریک ہوئے، یہ خاص اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی توفیق ہے کہ اس نے ہمیں اپنے گھر میں جمع فرمایا۔ اس پر ہم میں سے کسی کا ذاتی کمال نہیں، اصل بات یہ ہے کہ ہم نے اب تک دین کا ذائقہ نہیں چکھا، اگر ہم دین کا ذائقہ چکھ لیتے تو ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک حکم اور ایک ایک سنت پر ایسے کٹ مرتے جس طرح صحابہ کرامؓ نے اپنی جانیں قربان کرکے ہمیں دکھلایا، انہوں نے علماء، طلباء اور نوجوانوں سے مخاطب ہوکر کہا کہ فتنۂ قادیانیت کو سمجھ کر اس کا تعاقب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے اپنے بیان میں کہا کہ آج مجھے اس مدرسہ و خانقاہ میں آکر بے حد خوشی ہوئی ہے، اس لئے کہ اس خانقاہ کے بانی مولانا سید غلام دستگیر شاہؒ اور میرے پیر و مرشد مولانا عبداللہ بہلویؒ دونوں شیخ المشائخ مولانا سید فضل علی قریشیؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ انہوں نے کہا کہ سندھ میں کئی مجاہدین پیدا ہوئے، جنہوں نے عقیدۂ ختم نبوت کے لئے اور انگریزوں کے خلاف بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں، جن میں مولانا حماد اللہ ہالیجویؒ، مولانا تاج محمد امروٹیؒ، مولانا عبدالکریم قریشیؒ بیر شریف والے، ان حضرات کی خدمات کو بھلایا نہیں جاسکتا اور اب بھی اس گئے گزرے دور میں جب ایک ہندو لڑکی نے اپنی رضامندی سے اسلام قبول کیا ہے تو العیاذ باللہ اس لڑکی کو واپس مرتد بنانے کے لئے صدر زرداری سمیت تمام حکمران جماعت کے لوگ کوششیں کررہے ہیں اور عالمی دباؤ ہے، خصوصاً انڈیا بھی اس مسئلے میں کود پڑا ہے، لیکن اس کے باوجود خانقاہ بھرچونڈی شریف کے میاں عبدالحق جو حکمران جماعت کے ایم این اے ہونے کے باوجود اس نومسلم فریال کے دین و اسلام کے تحفظ کے لئے ڈٹے ہوئے ہیں، اس لئے کہ ان کے جسم میں مرد قلندر قطب الاقطاب حافظ صدیقؒ کا خون رگوں میں دوڑ رہا ہے، ہم حکمران جماعت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ نومسلم فریال کو قانونی تحفظ دے کر مسلمان شوہر کے حوالے کرکے قہر خداوندی سے اس ملک کو بچایا جائے۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کی دعا سے پروگرام کا اختتام ہوا۔

آپ ﷺ کے دعویٰ نبوت کی سچائی!

چھٹی قسط

مولانا محمد عاشق الٰہیؒ میرٹھی

بعض وہ لوگ تھے جنہوں نے آپ کی لائی ہوئی شریعت کے اسلوب اور بیان کئے ہوئے قانون کے ذاتی حسن میں غور کیا تو کہنے لگے کہ میاں سوچنے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ پتھر اور لکڑی کی مورتیں جن کو ہم نے خود بنایا اور بزرگوں کا نام رکھ کر دیواروں پر لٹکا دیا ہے محض بیکار ہیں، اور ان کی عظمت کرنا یا ان کو حاجت روا سمجھ کر ضروریات زندگی کا مشکل کشا سمجھنا محض خیال پرستی اور اس واہمہ کے پختہ ہوجانے کا اثر ہے جو پیدا ہوتے ہی ماں، باپ اور بھائی بہنوں کی زبان سے کانوں کے راستہ دل میں پڑنا شروع ہوا تھا اور آخر پختہ ہوکر یہاں تک جم گیا کہ اس کے خلاف سننا گالی سے زیادہ ناگوار گزرتا ہے، ذرا اس سے خیال ہٹا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کو تو دیکھو کہ کس قدر قلب کو قوی بنانے والی اور دل کو تھامنے والی تعلیم دے رہی ہے، وہ کہتے ہیں کہ: "خدا کے سوا اور اس کے بغیر حکم دنیا میں کوئی بھی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا، ہر شے چھوٹی ہو یا بڑی اسی کی محتاج ہے، اس کا بندوں پر حق ہے کہ اس کے مطیع و محب بن کر اس کا شکر ادا کریں اور اخلاق رذیلہ قلب سے نکال کر عمدہ خصائل کے خوگر ہوں، کسی پر حسد نہ کریں، اپنے کو بڑا نہ سمجھیں، دوسروں کو بہ نگاہ حقارت نہ دیکھیں، پریشانیوں کے وقت بدحواس نہ ہوں، مصیبت سے مغلوب ہوکر از جا رفتہ نہ بنیں، خوشحالی پر اترائیں نہیں، کسی سے بغض اور کینہ نہ رکھیں، ہمیشہ سچ بولیں، مردانہ وار استقلال کے ساتھ حوادث کا مقابلہ کریں، نرم خو اور خندہ رو بنیں، باہم اتفاق رکھیں، امن عام کو ملحوظ رکھ کر بقدر ضرورت پسندیدہ طریقہ سے معاش طلب کریں اور اپنے خالق کی یاد سے کسی وقت غافل نہ ہوں، دن میں پانچ وقت منہ ہاتھ دھوکر مناجات اور رکوع وسجود میں اپنے خلاق کا برتر و باعظمت ہونا ظاہر کریں، سال بھر میں ایک مہینہ روزہ رکھ کر فاقہ کی قدر پہچانیں، مساکین کا لحاظ رکھیں، ضرورت سے زیدہ مال ہے تو چالیسواں حصہ غریب رشتہ داروں کو ضرور دے دیں، طاقت ہو تو کم سے کم ایک بار شاہنشاہی آستانہ پر حاضر ہوکر شیدایانہ انداز سے بیت اللہ کا طواف کیا کریں، دوسروں کے مال پر نظر نہ دوڑائیں، چوری نہ کریں، زنا نہ کریں، مال کے جمع کرنے میں اپنے آپ کو پریشان نہ بنائیں، نسل اور خاندان کی حفاظت کا خیال رکھیں، معاشرت ایسی رکھیں کہ دل مسرور رہے اور بدن کو آرام پہنچے، باہم رنجش نہ ہو اور زندگی کے دن تکدر وگرانی کے ساتھ نہ گزریں۔" بھلا ایسی راحت بخش تعلیم کو چھوڑ کر جانوروں کی طرح شہوت پرستی میں دن گزارنے یا میدان جنگ کے ہولناک منظر کی بچی تصویر سامنے رکھ کر خوف و ہراس میں وقت کاٹنا کس نے بتایا ہے؟ چنانچہ ان کو بھی توفیق ہوئی اور وہ بھی مشرف باسلام ہوگئے۔

بعض وہ لوگ تھے جنہوں نے صرف یہ دیکھا کہ باعظمت دعوے میں جس ذات کی طرف نسبت ہورہی ہے، وہ درحقیقت بندوں پر شفیق ومہربان ہے، غیور ہے باقدرت ہے ہر طرح کا اس کو اختیار حاصل ہے، پس اگر مدعی سفارت کا دعویٰ جھوٹ ہوتا تو وہ شہنشاہ جس کا سفیر ہونا اپنے آپ کو یہ شخص بتارہا ہے اس کو جھوٹے دعوے پر ہرگز قائم نہ رکھتا یا تو فوراً دوسرا سفیر بھیجتا کہ اس کا جھوٹا ہونا لوگوں پر ظاہر کردے اور یا اس کی زبان بند کردی جاتی، گلا گھونٹ دیا جاتا، ہاتھ کاٹ لئے جاتے اور بربادی کے آثار یکدم نمودار ہوتے، چہ جائیکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو دن گزرتا ہے وہ ان کی ترقی و خوشحالی کا ہوتا ہے، اس قدر جم غفیر کی مخالفت اور خون کی پیاسی جماعت کے اندر اس تن تنہا شخص کی ایسی حفاظت ہورہی ہے کہ شاہنشاہی باڈی گارڈ یا رسالہ کے علاوہ کوئی دوسری فوج نہیں کرسکتی، پھر کس طرح مان لیں کہ اس کا دعویٰ جھوٹا ہے اور شاہنشاہ کو اس کی خبر نہیں کہ مجھ پر بہتان باندھا گیا ہے یا خبر ہے اور وہ کچھ کرنہ سکا یا اتنی مدت تک اپنی مخلوق کو گمراہ کرنے کے لئے چھوڑے رکھا۔ اس کے علاوہ یہ لوگ جو مخالفتیں چھوڑ چھوڑ ان کے ساتھی بنے جارہے ہیں، آخر کیوں بن رہے ہیں؟ کیا ان کو عقل نہیں ہے؟ یا ان کو اپنی جانوں سے عداوت ہے کہ ان کو خطرہ میں ڈالنا بھلا معلوم ہوتا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ بات یہ ہے کہ پرانی رسموں کا

چھوڑنا طبعاً شاق ہوتا ہے، اس لئے جنہوں نے اب تک آپ کا ساتھ نہیں دیا انہوں نے درحقیقت اپنی ریاست وحکومت کے زعم میں ان کے دعوے کو پرکھا ہی نہیں، اور بلا دلیل جو چاہا بکنے لگے اور جو لوگ ایمان لے آئے انہوں نے عناد سے یکسو ہوکر جب آپ کی سچائی جانچ لی تو جان کا جانا ایمان کے جانے سے سہل معلوم ہونے لگا۔ اس لئے خود بھی وہ نارنمرودی میں کود پڑے اور دشمنوں کی مخالفت و ایذا کے شعلے ان کو گلاب اور نرگس کے پھول معلوم ہونے لگے۔ سو ہمیں بھی انہیں کا ساتھ دینا چاہئے کہ عقل اور ہمت کا مقتضا یہی ہے، چنانچہ انہوں نے بھی باغیانہ ہتھیار ہاتھ سے ڈال دیئے اور سر تسلیم خم کئے ہوئے ادھر آ گئے۔

ہاں بعض لوگ وہ بھی تھے جو کسی دنیوی راحت یا طمع اور لالچ کی بنا پر اس جانب جھکے اور چاہا کہ آؤ اس زمرہ میں داخل ہوکر کچھ نہ سہی تو اہل مکہ کی قید غلامی سے آزاد ہوں، مسلمانوں کے سخی ہاتھوں سے جتنا بھی مل سکے مال حاصل کریں اور کیا خبر ہے کہ جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں وہ صحیح ہو، سو اگر قیامت کو نہ مانا تب بھی زندگی گزری اور مان لیا تب بھی ایام گزاری میں فرق نہ آیا، دونوں عقیدوں سے یہاں کی راحت گزران میں تو کوئی تفاوت نہیں معلوم ہوتا۔ رہا مرنے کے بعد کا قصہ سو کیا خبر ہے کہ کیا ہوگا؟ کوئی جانے والا لوٹ کر آتا تو اسی سے پوچھتے کہ قبر کا عذاب وثواب صحیح ہے یا غلط؟ پس ان کی مخالفت وتکذیب کے درپے ہوکر قبل از وقت زندہ مخلوق کا یوں کہنا کہ مرنے کے بعد کچھ بھی نہ ہوگا محض بے دلیل بات ہے جس کے سچ بولنے پر وثوق کرنا عقل تو مانتی نہیں، پھر اچھا اگر ایسا ہوا بھی کہ مرکر مٹی میں رل گئے اور خاک بن کر بلا سزا و جزا غتربود ہوگئے تو محض قیامت کا اقرار کر لینے سے کوئی مضرت لاحق نہیں ہوئی، بس زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ ایک خیال باندھا تھا وہ غلط نکلا، لیکن اگر وہ سچ ہو جیسا کہ سفیر کا دعویٰ ہے تو انکار کی سزا میں جس وقت عذاب ہونے لگے گا اس وقت کسی کے بنائے کچھ نہ بنے گی۔ دیکھو سوتے میں ڈراؤنے خواب دیکھنے سے خوابیدہ کو جو تکلیف پریشانی ہوتی ہے جاگنے والے لوگ اس سے بے خبر ہیں، پاس بیٹھے ہوئے تکتے ہیں اور کچھ مکافات نہیں کر سکتے، پھر عالم برزخ میں جہاں ان واقعات کا پیش آنا مدعی سفارت بیان کر رہے ہیں بھلا مدد کرنے کے لئے کون جائے گا؟ غرض احتیاط کا مقتضا یہی ہے کہ ان کی باتوں کو ضرور مان لیا جائے اور دل سے نہ مانا جائے تو اس وقت احتیاط ہی کے درجہ میں قبول کر لیا جائے تاکہ اگر صحیح نکلے تو نفع حاصل ہو اور ضرر سے بچ جائیں اور جھوٹ نکلے تو جہاں نفع حاصل نہ ہو وہاں نقصان بھی لاحق نہ ہو، چنانچہ یہ لوگ بھی آگے بڑھے اور دین داروں کے زمرہ میں اپنے آپ کو شامل کر لیا اور اگر اس وقت ان کے دلوں میں پورا اخلاص نہ تھا مگر سفیر کی قوت قدسیہ نے جس میں کہ ایک خاص کیمیاوی اثر تھا پاس بٹھاتے ہی آنکھوں سے پوشیدہ باتوں کو سچا سمجھنے اور مغیبات کا یقین کامل کر لینے کا وہ ثمرہ ان کو عطا کر دیا جو عناد اور تعصب رفع کر کے آنے والوں کو ہمیشہ ملتا رہا ہے۔

الغرض شاہی سفیر کی پکار کا پہلا جزو چونکہ یہی تھا کہ شاہنشاہی بغاوت چھوڑ دو اور ضد وعناد سے یکسو ہوکر حق و باطل کو پرکھو، اس لئے اس میں کامیابی شروع ہوئی اور جن لوگوں نے ریاست وحکومت کے زعم میں بات کا پرکھنا پسند نہ کیا تھا آخر وہ بھی متاثر ہوئے اور اپنے منہ سے نکلی ہوئی بات اور پرانی پڑی ہوئی رسم کی پچ کو علیحدہ رکھا، چنانچہ پھر ان کے لئے بغاوت کے چھوڑنے اور آپ کا ہوکر رہنے میں کوئی خیال بھی مانع نہیں ہوا۔ البتہ جن کو کبر ونخوت نے گھیر رکھا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ کسی سے دب کر رہنا دنیا میں مر رہنے سے بدتر ہے، انہوں نے غیرت اور غصہ کے مارے حق سے آنکھیں بند کر لیں اور اپنی بغاوت کی حمایت کے ایسے پیچھے پڑے کہ سفیر کے لائے ہوئے قوانین کا سننا بھی ان کو گوارا نہ ہوا بلکہ جن کو سفیر کا معتقد دیکھا ان کی جان ومال کے دشمن بن گئے اور جس پر جتنی بھی قدرت پائی ایذائیں دے کر اس کو اپنے مظالم کا تختہ مشق بنایا، غرباء کو ذلیل سمجھا، فقراء کو حقیر جانا، گالیاں دیں، فحش کلمات سنائے، مارا پیٹا، بالو کی ریت پر بٹھایا اور سخت گرمی میں عین دوپہر کے وقت بدن ننگا کر کے پتھروں پر لٹایا، پھر تیل چھڑکا اور دُرّے مارے، خون بہایا، گلے میں رسیاں ڈال ڈال کر کنکریوں پر گھسیٹا، غرض جو جو کچھ کرنا تھا کر گزرے اور پوری ہمت صرف کر دی کہ کسی طرح سفیر کو آئندہ بھی ترقی نصیب نہ ہو اور پچھلی کامیابی بھی منقلب ہو جائے، مگر وہ آواز جس نے باغیوں کے دلوں کو دہلا دیا تھا اور وسط قلب میں پہنچ کر ان کو اس طرف متوجہ کیا تھا کہ صلاح وفلاح کو اختیار کریں، ایسی کمزور نہ تھی کہ بغاوت سے توبہ کرنے والوں کو ناتمام یا خام چھوڑ دیتی، چنانچہ جنہوں نے بھی سفیر کا دامن پکڑا چونکہ وہ ہر طرح سے ہر قسم کی محنت ومصیبت اٹھانے کے لئے تیار ہوکر آئے تھے، اس لئے جتنی بھی ان کو ایذا پہنچی اسی قدر ان کی پختگی بڑھی، انہوں نے عزت وجاہ کو خیر باد کہا، مال ومتاع کو چھوڑا، بیوی بچوں سے منہ موڑا، عزیز اور رشتہ داروں سے علیحدہ ہوئے، مار سہی، آزار اٹھائے، سب کچھ برداشت کیا مگر وہ حلاوت جو دلوں میں پیدا ہوگئی تھی نہ گئی پر نہ گئی۔

(جاری ہے)

اسلامی معاشرہ میں خواتین کے حقوق

عائشہ عتیق الرحمٰن طیبی

اسلام ایک مکمل دین اور مستقل تہذیب ہے، اس کی تعلیمات تمام شعبہ ہائے حیات کو شامل ہیں ہر پہلو پر اسلام کی مکمل نظر اور کڑی گرفت ہے، اسلام کے علاوہ دنیا میں اس طرح مکمل رہنمائی کرنے والا نہ کوئی مذہب ہے، نہ کوئی دین، نہ کوئی نظریہ ہے اور نہ کوئی تصور، یہ صرف اسلام کی خصوصیت ہے کہ اس نے زندگی کے کسی گوشہ کو تشنہ نہیں چھوڑا اور انتہائی تیز رفتاری سے بدلتے ہوئے حالات میں بھی قیادت و رہنمائی سے انسانیت کو محروم نہیں کرتا۔ وہ چھوٹے بڑے، بچے، بوڑھے اور مرد و عورت کے حقوق کو بہ حسن وخوبی ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔

اسلامی تہذیب نے عورتوں کی عظمت وعزت اور ان کی شخصیت وانفرادی حیثیت کا اعتراف کیا۔ اس کے حقوق کے حدود متعین کئے اور اس نے عورت کے بارے میں ایک فطری اور صحیح موقف اختیار کرکے ان کے فرائض کی نشاندہی کردی جو عورت کو انسانی سماج میں انجام دینے ہیں، اسلام کی ہی وہ صاف ستھری اور پاکیزہ تعلیم وتہذیب ہے جس نے عورت کی آزادی اور مستقل شخصیت کو تسلیم کیا۔

اسلام نے بتایا کہ ہر دو کو اپنے اپنے حدود میں رہنا اور اپنے اپنے فرائض و واجبات ادا کرنے چاہئیں، آج کل عورتوں کی مساوات کا بڑا شور ہے، نعرہ یہ ہے کہ عورتوں اور مردوں دونوں کو یکساں حقوق ملنے چاہئیں تاکہ سماجی انصاف ہو سکے، لیکن اسلام نے چودہ سو سال پہلے ہی عورتوں اور مردوں کے درمیان مساوات قائم کرکے ان کے حقوق حکیمانہ انداز سے عطا کردیئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یعنی جو حقوق عورت پر مرد کے واجب ہیں وہی حقوق مرد پر عورت کے واجب ہیں۔ دونوں میں سے جو بھی حقوق میں کمی کرے گا، اس کو سزا دی جائے گی۔

حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمیؒ نے ایک مرتبہ اپنی ایک تقریر میں فرمایا تھا:

"اسلام کا خاص اصول ہے کہ وہ کمزوروں کو ابھارتا ہے، دبے کو دباتا نہیں بلکہ دبے ہوئے کو اونچا کرتا ہے، کمزوروں کو دباتا نہیں بلکہ اونچا بنانا چاہتا ہے، سب سے زیادہ کمزور صنف نازک عورت تھی، اسلام نے اس کے اوپر رحم وکرم کیا کہ جب وہ بیٹی ہونے کی حالت میں ہے تو ماں باپ کی نیکیوں میں شمار کیا جا رہا ہے، جب وہ منکوحہ بنی تو خاوند سے کہا گیا کہ تو قابل تکریم تب بنے گا جب عورت کے ساتھ نرمی اور مدارات کا برتاؤ کرے اور جب وہ ماں بن گئی تو اولاد سے کہا جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے، اگر قدم پر ہاتھ رکھے گا تو جنت کے قریب ہو جائے گا اگر تو نے ماں کو ستایا تو جنت قریب نہیں ہوگی اور آخرت میں نجات نہیں ہوگی۔" (خطبات حکیم الاسلام)

اسلام سے پہلے عورتیں کو ان کے حقوق سے محروم کیا جاتا تھا۔ ان کو گناہ گار اور گناہ کی پوٹ کہا جاتا تھا اور معاشرہ میں انہیں کوئی عزت وعظمت حاصل نہیں تھی۔

درود وسلام ہو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ خداوند قدوس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی کتاب ہدایت نازل فرمائی جس میں اس نے عورتوں کی اہمیت، عظمت، عزت اور حرمت کو وضاحت کے ساتھ بیان کرکے ان کو بلند مرتبہ عطا کیا۔

عورت کے وقار کی بحالی:

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ فرماتے ہیں:

"اسلام نے عورت کے وقار و اعتبار کی بحالی، انسانی سماج میں اسے مناسب مقام دلانے، ظالم قوانین، غیر منصفانہ رسم ورواج اور مردوں کی خود پرستی اور تکبر سے اسے نجات دلانے کے سلسلے میں اہم کارنامہ انجام دیا ہے۔ قرآن مجید پر ایک سرسری نظر بھی عورت کے بارے میں جاہلی نقطۂ نظر اور قرآنی و اسلامی زاویہ نگاہ کے کھلے فرق کو سمجھنے کے لئے کافی ہے، جس سے انفرادی سلوک اور اجتماعی قوانین متعلق ہوتے ہیں۔ وہ قرآنی آیات جو صنفِ نوع انسانی اور جنس لطیف کے بارے میں نازل ہوئی ہیں وہ عورت کے اندر اس لئے اعتماد پیدا کرتی ہیں کہ ان کے بموجب معاشرہ میں اور خدا کے نزدیک اس کا ایک متعین مقام ہے اور وہ دین، علم، خدمت اسلام خیر وتقویٰ میں تعاون اور صالح معاشرہ میں پوری طرح حصہ لے سکتی

ہیں۔ قرآنی آیات، قبول اعمال، نجات و سعادت اور آخرت کی کامیابی کے بیان میں ہمیشہ مردوں کے ساتھ عورتوں کا بھی ذکر کرتی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور جو کوئی نیکیوں پر عمل کرے گا (خواہ) مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان ہو تو ایسے (سب) لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا۔"

اس کی حکمت یہ ہے کہ ان صفات میں قوت و صلاحیت رکھنے والے مردوں پر عورتوں کو قیاس کرنے پر وہ انسانی ذہن آمادہ نہیں ہوتے، جنھوں نے غیر اسلامی مذاہب و فلسفہ اور قدیم معاشرت و آداب کے سایہ میں تربیت پائی ہے ایسے ذہنوں نے ہمیشہ مردوں اور عورتوں میں تفریق کی ہے اور انہیں بہت سے فضائل میں مردوں کے ساتھ شرکت سے بھی مستثنیٰ کر رکھا ہے چہ جائیکہ ان میں ان کی مزاحمت و سبقت کو گوارہ کریں۔

یہ سب باتیں عورتوں میں ہمت، خودداری اور اعتماد پیدا کرنے اور جدید نفسیات کی اصطلاح میں انہیں احساس کمتری (InferiortyComplex) سے دور رکھنے کی لئے بہت کافی ہیں۔

عورت اور پردہ کی پابندی:

جہاں تک پردہ کی پابندی کی بات ہے تو موجودہ پردہ بڑی حد تک روایتی ہے۔ اسلام عورت کو احتیاط اور عدم اختلاط کی تعلیم دیتا ہے تاکہ معاشرہ میں بداخلاقی اور بدکرداری نہ پھیلے اور عورت کی عصمت و عفت محفوظ رہے، ان کی عزت وآبرو پر کوئی بال نہ آنے پائے۔

ہر شے جو قیمتی ہے چھپانے کی چیز ہے
عورت کا حسن گھر میں بسانے کی چیز ہے

بُرا ہو مغربی تہذیب اور مغربی معاشرہ کا کہ اس میں یہی احتیاط دونوں صنفوں میں مفقود ہے، جس کی وجہ سے سارا معاشرہ روز بروز برباد ہو رہا ہے۔

مغربی تہذیب کا ظاہر و باطن:

آج پوری دنیا میں بے حیائی و عریانیت اور مغربیت کا بازار گرم ہے۔ مغربی مزاج رکھنے والی عورتیں بے حسی کا لبادہ اوڑھے ہوئے ترقی کی دوڑ میں بڑھنے کی بے تحاشا سعی و جدوجہد میں مصروف ہیں، ان کا کوئی عمل قرآن وسنت کے مطابق نہیں وہ مغربی افکار و نظریات اور مغربی تہذیب و تمدن کے رنگ میں رنگی ہوئی ہیں۔ آزادی کے ساتھ بے پردہ ہو کر سر بازار گھوم رہی ہیں اور مغربی عورتوں کا فیشن اختیار کر کے اپنے دین و مذہب کی تعلیم کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ مغربی تہذیب جس کا ظاہر خوشنما اور حسین وجمیل ہے اور باطن انتہائی تاریک اس کے لبوں پر تبسم اور مسکراہٹ ہے لیکن دل میں اضطراب اور گھبراہٹ ہے۔ مغربی تہذیب نے عورت سے پردہ چھین کر اس کی عزت و ناموس پر ڈاکا ڈالا، اس کو سر بازار رسوا و بے عزت کیا، اس کی عزت و عصمت، شرم و حیاء، شرافت و عظمت کو داغدار کیا اور اس کو ذلیل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے اور ترقی کے نام پر عورت کو بازار کا کھلونا بنا دیا ہے۔

ان اجالوں نے تو تہذیب مٹا کر رکھ دی
اس سے بہتر تھا کہ ہر سمت اندھیرا ہوتا

آج عورتوں کے فہم و سمجھ کا معیار اور پیمانہ بدل گیا ہے اور وہ مغربی تہذیب کی رو میں آ کر جو کپڑے پہنتی ہیں وہ عورت کے حسن و جمال، اسلامی پردہ اور نسوانیت کا مذاق اڑاتے ہیں اور جب ان کو بے پردگی کے نقصانات اور اندیشے بتائے جاتے ہیں تو وہ بلا جھجک کہتی ہیں کہ پردہ قدامت پرستی کی علامت ہے اور بعض عورتیں ادھر ادھر کی بے جا تاویلیں کرنے لگتی ہیں۔

ہماری یہ بہنیں کیوں نہیں سوچتی ہیں کہ جو عورتیں بے پردہ بازاروں اور سڑکوں پر گھومتی ہیں، ان پر خدا جانے کتنے لوگوں کی نگاہیں پڑتی ہیں اور نہ جانے کتنے لوگ ان کو بری نظر سے دیکھتے ہیں اور پھر بھی بداخلاقی اور بدکرداری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

میرے پردہ شکن بھائی اور بہنیں خود غور فرمائیں کہ جب دنیا کے دولت مند اپنی دولتوں کو چور کے ڈر سے صندوقوں، تجوریوں میں حفاظت سے رکھتے ہیں تو عورت جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ دولت ہے اسے بغیر حفاظت کے چوراہوں اور شاہراہوں پر شیطان جیسے کھلے دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا کس طرح صحیح و جائز ہوگا؟ نوے فیصدی شرمناک واقعات بوالہوسی کے حوادث اور نوجوانوں کی بے راہ روی پردہ شکنی کی رہین منت ہیں۔

یہی اسباب و وجوہ تھے کہ اسلام نے چودہ سو سال پہلے ہر قسم کی پیش بندیاں کر کے اور عورت کی عزت و عصمت کو پردہ کے مضبوط ترین حصار میں محفوظ کر کے اس کا ایک اہم امتیازی درجہ مقرر کر دیا تھا۔

میں اپنی تمام ماؤں اور بہنوں سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ اپنی قدر و قیمت کو پہچانیں۔ خدا کی طرف سے عطا کی ہوئی عزت و عظمت اور فطری صلاحیت سے آشنا ہوں اور اس کو سڑکوں، بازاروں، پارکوں، ہوٹلوں اور محفل سرود و رقص میں اور اخلاق سوز اجتماعات میں ضائع نہ کریں اور اسلام نے جو عظمت و عزت بخشی ہے اس کی قدر کریں اور اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولیں۔

درحقیقت عزت اسلام کی تعلیمات کو چھوڑنے میں نہیں ہے بلکہ اسلام کی تعلیمات کو اختیار کرنے اور ان پر عمل کرنے میں ہے اور ذلت غیر اسلامی تعلیم اور مغربی تہذیب کو اپنانے میں ہے۔ حضرت فاروق اعظم عمر بن خطابؓ نے فرمایا تھا: "اللہ رب العزت نے ہمیں جو عزت عطا فرمائی ہے وہ اسلام کے بدولت ہی عطا فرمائی ہے۔"

☆☆..........☆☆

مثالی حکمرانوں کی دیانت

رقیہ آرزو

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص مسلمان رعیت کا حاکم ہو اور وہ اس حال میں مر جائے کہ اس رعیت کے ساتھ خیانت کر رہا ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔'' (البخاری)

جس ملک کا حکمران دیانتداری سے اپنے فرائض انجام دیتا ہو اور ملکی خزانے کی کما حقہ حفاظت کرتا ہو وہ ملک بھی خوش بخت ہے اور اس کا حکمران بھی خوش نصیب ہے کیونکہ ایسا ملک خوشحال اور مضبوط ہوگا اور اس کے حکمران کو دنیا و آخرت دونوں جگہ بھلائی نصیب ہوگی..... کسی علاقے کے صاحب اختیار لوگوں کے دیانت دار ہونے کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ اس کے عوام بھی دیانت داری اختیار کر لیتے ہیں کیونکہ عموماً لوگ اپنے حکمران طبقے کی پیروی کرتے ہیں پھر خواص اور عوام کی اس دیانتداری سے علاقے کو بے پناہ خیر و برکت حاصل ہوتی ہے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ جو کام بھی دیانتدار لوگوں کے ہاتھوں سرانجام پاتا ہے اور اس سے نتائج بھی اچھے نکلتے ہیں اور چونکہ اس کام کو فرض شناسی کے باعث محنت اور توجہ سے پایہ تکمیل تک پہنچایا گیا ہوتا ہے اس لئے اس میں مضبوطی، پائیداری اور فائدہ مندی زیادہ ہوتی ہے۔

اس کے برعکس جو منصوبے بددیانت لوگوں کے ہاتھوں میں دے دیئے جاتے ہیں ان پر صرف کی جانے والی رقوم کا بہت سا حصہ ان بددیانت لوگوں کے قبضے میں چلا جاتا ہے اور قابلیت توجہ اور ضروری مشقت صرف نہ ہونے اور ناقص ساز و سامان استعمال کئے جانے کے باعث وہ کام بھی ناپائیدار اور کچے ہوتے ہیں جو شخص کسی علاقے میں حکمران تو بن بیٹھے مگر بحیثیت حکمران جو ذمہ داریاں اس پر عائد ہوتی ہوں انہیں پورا نہ کرے، مثلاً:

ا:... رعیت کی حفاظت کا بندوبست نہ کرے نہ اندر کے مفسدوں سے اور نہ باہر کے حملہ آوروں سے۔

۲:... رعیت کے درمیان عدل و انصاف نہ کرے، رعیت پر ظلم کرے۔

۳:... اپنے عہدہ حکمرانی سے ناجائز ذاتی مفاد حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

۴:... اپنے زیر نگرانی علاقے میں ایسا نظام قائم نہ کرے جو لوگوں کو ہدایت کی طرف لانے میں اور گمراہی سے دور کرنے میں مددگار ہو۔

۵:... ملکی خزانے کی کما حقہ حفاظت نہ کرے بلکہ اسے ذاتی دلچسپیوں میں یا اپنی ذاتی پوزیشن کو مضبوط کرنے کی خاطر اجاڑے۔

۶:... اپنی کرسی کو مضبوط کرنے کے لئے رعایا کے درمیان باہمی اختلافات کو بڑھائے یا ذاتی مفاد کی خاطر ایسی ہی اور ریشہ دوانیاں کرے، جن سے انجام کار ملک کمزور ہو اور رعایا کے حقوق تلف ہوں تو ایسے ہی حکمرانوں کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ: ''ایسے حکمرانوں پر اللہ تبارک و تعالیٰ جنت حرام کر دے گا۔''

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ عوام حکمرانوں کے طور طریقوں سے اتنا زیادہ متاثر ہوتے ہیں کہ حکمران اگر چاہیں تو دوسرے لوگوں کی نسبت بہت آسانی سے عوام کو جنت یا دوزخ کی طرف چلا سکتے ہیں۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ ہمارے ہاں بھی ایسے حکمرانوں کی کمی نہیں رہی جو مطلق العنان بادشاہ بن بیٹھے تھے تاہم جو محبت اور حقیقی ہر دلعزیزی ان حکمرانوں کو نصیب ہوئی جو نیکوکار، پاک باز، خدا ترس، آخرت کا خوف رکھنے والے تھے وہ انہیں نہ مل سکی جو اپنی سلطنت کی حدود کو بڑھانے اور زیادہ سے زیادہ شان و شوکت اختیار کرنے ہی کو زندگی کا مقصد بنائے ہوئے تھے۔ تاریخ اسلام کے مثالی حکمرانوں میں عموماً جو اوصاف نظر آتے ہیں، وہ یہ ہیں:

ا:... آخرت کی جوابدہی سے لرزاں و ترساں رہنے کے باعث بہت فرض شناس ہوتے تھے اور اپنے فرائض منصبی بڑی محنت سے ادا کرتے تھے۔

۲:... ملکی خزانے کو امانت سمجھتے ہوئے حتی الامکان اس کی پوری پوری حفاظت کرتے تھے اور معمولی رقم کے معاملے میں بھی از حد محتاط ہوتے تھے۔

۳:... ملک کو دشمنوں سے بچانے کے لئے، عوام کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کرنے، عوام کو عدل و انصاف بہم پہنچانے اور ملک میں خوشحالی پیدا کرنے کے بارے میں بہت فکرمند رہتے تھے۔

۴:... اس معاملے میں بہت محتاط رہتے تھے کہ لوگوں پر جو افسر مقرر کئے جائیں وہ اہل اور قابل ہوں اور یہ افسر عوام پر ظلم نہ کرنے پائیں۔

۵:... ان کی اپنی زندگی بہت سادہ ہوتی تھی وہ شان وشوکت سے دور رہتے تھے اور اپنی ضروریات کے لئے قومی خزانے سے کم سے کم وظیفہ لیتے تھے۔

۶:... وہ غلط قسم کی کنبہ پروری سے پورے طور پر پرہیز کرتے تھے اور اپنی اولاد کو حکمرانی ورثے میں دینے کے قطعی مخالف ہوتے تھے۔

۷:... وہ بڑی فراخدلی سے رعایا کو حق تنقید دیتے تھے اور عوام کے اعتراضات کو بڑے صبر وتحمل سے سنتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بیت المال کے معاملے میں اتنے محتاط ہوتے تھے کہ اس کا ایک حبہ بھی بے محل صرف نہیں ہونے پاتا تھا وہ بیت المال کے ایک ایک اونٹ کو مع حلیے کے درج رجسٹر کرواتے تھے ایک مرتبہ ایک اونٹ بھاگ گیا، آپ خود بنفس نفیس اس کی تلاش میں نکلے اس دوران میں ایک رئیس احنف بن قیس ملنے آگئے، احنف کو دیکھ کر فرمایا کہ: آؤ تم بھی میرا ساتھ دو بیت المال کا ایک اونٹ بھاگ گیا ہے تم جانتے ہو کہ ''ایک اونٹ میں کتنے غریبوں کا حق ہے؟'' کسی شخص نے کہا کہ امیرالمومنین! آپ کیوں تکلیف فرماتے ہیں، کسی غلام کو حکم دیجئے وہ ڈھونڈ لائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''مجھ سے بڑا غلام کون ہوسکتا ہے۔''

اپنی ذات اور اولاد کے معاملے میں خصوصی طور پر بہت زیادہ احتیاط برتتے تھے، ایک مرتبہ بیمار ہوئے اور شہد کی ضرورت تھی، بیت المال میں شہد موجود تھا مگر اسے بطور خود لینا گوارا نہ کیا، مسجد نبوی میں آکر لوگوں سے کہا کہ: آپ لوگ اجازت دیں تو تھوڑا سا شہد لے لوں۔

ایسے ہی ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے بیت المال کا جائزہ لیا تو اس میں صرف ایک درہم تھا، انہوں نے یہ خیال کرکے کہ ایک درہم کیوں پڑا ہے وہ درہم حضرت عمرؓ کے ایک بچے کو دے دیا، آپؓ کو پتہ چلا تو درہم لے کر فوراً بیت المال میں داخل کیا اور حضرت ابوموسیٰؓ کو بلا کر فرمایا کہ:

''مدینہ میں تمہیں آلِ عمرؓ کے سوا اور کوئی کمزور نظر نہ آیا تھا تم چاہتے ہو کہ قیامت کے دن تمام امت محمدی کا مطالبہ میری گردن پر ہے۔''

حضرت علیؓ کو بھی بیت المال کی حفاظت کا بہت اہتمام ہوتا تھا، آپؓ بیت المال کی معمولی معمولی چیزیں بھی اپنی ذات اور اپنے متعلقین پر صرف نہیں ہونے دیتے تھے، ایک مرتبہ اصفہان سے خراج آیا تو اس میں شہد اور چربی بھی تھی حضرت علیؓ کی صاحبزادی ام کلثومؓ نے مانگ بھیجا تو خراج لانے والے صاحب عمرو بن سلمہ نے خاص مقدار میں دونوں چیزیں بھیج دیں، جب حضرت علیؓ کو پتہ چلا تو دونوں چیزیں واپس کرائیں اور جو چیز جتنی خرچ ہوچکی تھی، اس کا اندازہ لگا کر قیمت ادا کی۔

ایک مرتبہ ایک ایسے ہی افسر یزید بن قیس نے خراج بھیجنے میں تاخیر کی تو آپ نے انہیں لکھا: ''تم نے خراج بھیجنے میں تاخیر کی اس کا سبب مجھے معلوم نہیں، لیکن میں تمہیں خدا سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں اور تمہیں اس سے ڈراتا ہوں کہ ایسا کام نہ کرو، جس سے تمہارا اجر برباد اور تمہارا جہاد باطل ہوجائے، خدا سے ڈرو اور اپنے نفس کو حرام مال سے پاک رکھو اور مجھے اس بات کا موقع نہ دو کہ تم سے مواخذہ کرنے پر مجبور ہوجاؤں۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بھی بیت المال کے معاملے میں ایسے ہی محتاط تھے اور اس کی پوری پوری حفاظت کرنے کی کوششیں فرماتے تھے دفتر کے لئے بیت المال سے کاغذ کے لئے رقم لی جاتی تھی، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے کاغذ کی بچت کرنے کے لئے ابوبکر بن حزمؒ کو لکھا کہ: ''قلم کو باریک کرلو اور سطریں قریب قریب لکھو کیونکہ میں مسلمانوں کے خزانے میں سے ایسی رقم صرف کرنا پسند نہیں کرتا جس کا فائدہ ان کو نہ پہنچے۔'' یہ چند واقعات ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ مثالی حکمران ملکی خزانے کے بارے میں جس دیانتداری سے کام لیتے تھے ان واقعات کو پڑھ کر اور سن کر یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے یہ واقعات نہیں صرف افسانے ہیں، آج دیانت داری، امانت داری، نیکوکاری، پاکبازی، خدا ترسی، اور رحمدلی کا تو تصور بھی موجود نہیں۔ کاش! ہمارے حکمران ہوش کے ناخن لیں اور ہم دوبارہ اسی مثالی دور میں داخل ہوجائیں۔

☆☆..........☆☆

تحاریکِ ختم نبوت میں خانقاہ سراجیہ کا کردار

قاری حمید احمد

۱۹۴۱ء میں حضرت خواجہ ابوالسعد احمد خانؒ کے اس دنیا سے کوچ کرنے کے بعد آپؒ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ آپ کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے اور اپنے پیر و مرشدؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علوم و معارف کے اس سرچشمے سے عالم انسانیت کو سیراب کرنا شروع کیا اور مخلوق خدا کی اصلاح فرمائی، پھر جب حضرت خواجہ خان محمدؒ ۱۹۴۱ء میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کرکے تشریف لائے تو باطنی علوم و فیوض اور تصوف و سلوک کے کسب و حصول کے لئے اپنے مرشد مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کے قدموں میں ڈیرے ڈال دیئے، آپؒ نے ان سے تصوف و سلوک کی امامت و سیادت پر مکاتیب شاہ غلام علی دہلویؒ، مکتوبات خواجہ معصومؒ، ہدایت الطالبین کے علاوہ مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ تین بار سبقاً سبقاً پڑھے۔ آپؒ کے شیخ و مربی آپ سے بے حد محبت کرتے تھے، انہوں نے آپؒ کی تربیت اس طرح کی جیسا کہ ایک حقیقی باپ اپنے بیٹے کی تربیت کرتا ہے اور مریدوں کو ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ:

''جب شیخ الہند محمود حسن دیوبندیؒ مالٹا جیل میں اسیر تھے تو انہوں نے معارف قرآن حکیم کے نام سے ایک کتاب لکھنا شروع کی، چند صفحات لکھنے کے بعد چھوڑ دی، مریدین کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ میں مولانا حسین احمد مدنیؒ کو اس کتاب کی جگہ پر تیار کر رہا ہوں، تاکہ ایک چلتا پھرتا نسخہ تیار ہو جائے۔''

تو حضرت خواجہ محمد عبداللہ لدھیانویؒ یہ واقعہ سنانے کے بعد فرماتے کہ: ''اب میں بھی ایک چلتا پھرتا نسخہ تیار کر رہا ہوں۔''

۱۹۵۶ء میں ان کے اس دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد جب حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ مسند پر بیٹھے تو آثار و قرائن سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ ہی تھے جن کے متعلق آپؒ کے مرشد اشارتاً فرمایا کرتے تھے کہ میں بھی ایک چلتا پھرتا نسخہ تیار کر رہا ہوں۔

آپؒ وقت کے ولی کامل، متبع سنت، سلوک و احسان کے امام تھے، آپؒ کی خدمات بیش بہا، قابل قدر اور لائق صدر ستائش ہیں۔ بلا مبالغہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں لوگ آپؒ سے فیضیاب ہوئے، جہالت میں ڈوبے ہوئے انسان، طاغوتی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مسلمان اور شریعت مطہرہ سے میلوں دور رہنے والے انسانوں کا تزکیہ ہوا اور وہ صراط مستقیم پر چلنے والے، خدا کے حکموں کی پاسداری کرنے والے اور سنت نبوی کی چوکیداری کرنے والے بن گئے، نہ صرف وہ خود راہ راست پر آئے بلکہ اوروں کے لئے بھی ہدایت کا ذریعہ بنے۔

خانقاہ سراجیہ کے بانی، مرشد العلماء والصلحاء حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ کی دینی خدمات کا دائرہ کار صرف خانقاہ کے اصلاحی نظام تربیت و تزکیہ تک ہی محدود نہ تھا بلکہ وہ ان تمام دینی تحریکات کے سرپرست، مؤید و معاون بھی تھے جو مختلف عنوان سے برپا ہو رہی تھیں، تحریک جدوجہد آزادی ہو یا تحریک خلافت یا تحریک ختم نبوت، حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ ان تحاریکات میں دامے درمے سخنے شریک رہے۔ بالخصوص تحریک تحفظ ختم نبوت میں آپؒ کا کردار انتہائی اہم اور سرپرست کا رہا۔ حضرت امیر شریعتؒ نے جب احرار اسلام کا شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت قائم کیا تو بانی خانقاہ سراجیہ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ نے مجلس احرار اسلام اور حضرت امیر شریعتؒ کی نہ صرف بھرپور حمایت کی بلکہ اپنا عملی تعاون بھی پیش کر دیا اور تادم آخر یعنی اپنے سال وفات ۱۹۴۱ء تک اس کی ہمہ جہتی سرپرستی فرماتے رہے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے جانشین حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ نے بھی اپنے مرشد گرامی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور کردار ادا کیا اور خانقاہ سراجیہ کو اس عظیم تحریک میں ایک اہم مقام حاصل تھا، ملک بھر میں پھیلے ہوئے ہزاروں عقیدت مندوں کو حکماً تحریک میں شامل ہونے کے لئے کہا گیا حتیٰ کہ اسی تحریک میں حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ بھی گرفتار ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے اس عقیدے

کے تحفظ کی خاطر میانوالی جیل، بوسٹل جیل اور سینٹرل جیل لاہور میں ۱۹۵۳ء میں قید بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور آپ ختم نبوت کے لئے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں فرماتے تھے۔

۱۹۷۴ء میں حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ بننے کی درخواست کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ میں ایک شرط پر اسے قبول کرتا ہوں، وہ یہ کہ اگر خواجہ خان محمد صاحبؒ نائب امیر کے طور پر میرے ساتھ کام کریں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے اسے قبول کرلیا، پھر ۱۹۷۷ء میں محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور حضرت خواجہ صاحبؒ امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت منتخب ہوئے تو انہوں نے دنیا بھر کے اسفار کئے اور منکرین ختم نبوت کے تعاقب کے لئے ہر قسم کی قربانی دی۔

۱۹۷۷ء میں جب جنرل ضیاء الحق کے دور میں تحریک ختم نبوت نے زور پکڑا تو اسلام آباد کی سڑکوں پر آپؒ کے بوڑھے جسم پر لاٹھیاں برسائی گئیں، اس کے باوجود بھی آپؒ ایک قدم پیچھے نہ ہٹے بلکہ دوسرے قائدین کے ساتھ ساتھ نہ صرف بطور امیر کارواں بلکہ اپنے آپ کو ایک کارکن سمجھتے ہوئے شانہ بشانہ چلتے رہے یہاں تک کہ ۱۹۸۴ء میں مرزائیوں (قادیانیوں) کا سربراہ مرزا طاہر پاکستان سے بھاگ کر لندن جانے پر مجبور ہوا۔

آپؒ کی ذات محض ایک گوشہ نشین بزرگ کی نہیں، بلکہ جب ضرورت پڑتی اور باطل کو للکارنے کا وقت آتا، میدان میں رسم شبیری ادا کرنے میں امیر کا کردار ادا کرتے، باطل کے خلاف اٹھنے والی ہر تحریک کی آپؒ نے سرپرستی فرمائی، خصوصاً منکرین ختم نبوت کے لئے آپ شمشیر براں تھے، زندگی کے آخری سانسوں تک آپؒ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا فریضہ جرأت وہمت سے ادا کیا۔

آپ کی وفات سے ایک بڑا خلاء پیدا ہوگیا، علماء، صلحاء، دین دار طبقے، مجاہدین، مبلغین، داعیان حق اور عوام الناس ایک عظیم روحانی سرپرست سے محروم ہوگئے۔ آپؒ کا وجود سایہ رحمت تھا، جو نہ رہا۔ اس پُر آشوب دور میں اللہ والوں کا اُٹھ جانا، امت کے لئے کسی عظیم نقصان سے کم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کا چشم فیض ان کے شاگردوں، متوسلین، مریدین کی صورت میں ہمیشہ جاری و ساری رہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کا جب تک مشن زندہ ہے، وہ بھی زندہ رہیں گے۔ انشاءاللہ!

☆☆..............☆☆

امراضِ مرزا قادیانی!

’’روئے زمین پر کچھ لوگ تو وہ ہوتے ہیں جو وقتی ابتلاء و آزمائش میں صرف اس لئے ڈالے جاتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان و یقین کا امتحان لے کر انہیں سرخروئی سے سرفراز فرمائے لیکن کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ان کے سیاہ کارناموں کے باعث ڈھیل دیتا ہے، پھر جب اللہ کی پکڑ آتی ہے تو فرار کے تمام راستے مسدود ہو جاتے ہیں اور عاصی و خاطی شخص روئے زمین پر عبرت کا مرقع بن جاتا ہے۔

مرزا قادیانی بھی انہی لوگوں میں سے ایک تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے ڈھیل دی اور جب پکڑ فرمائی تو عاد و ثمود کی طرح مرزا قادیانی کا عبرت کا مجسمہ بن گیا، اس کے گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے متضاد دعاوی کی طرح اس کو لاحق امراض بھی کچھ اس قسم کے تھے کہ یونان کے حکماء اور بنگال کے جادوگر بھی سر پکڑ کر بیٹھ جائیں۔ ذیل کے مضمون میں مرزا قادیانی کی مختلف النوع اور سب رنگ بیماریوں کی ایک جھلک پیش خدمت ہے۔‘‘ (ناصر الدین مظاہری)

آخری قسط

مولانا نور محمدؒ تانڈوی

روغن کا استعمال مالیخولیا کیلئے بے حد مفید ہے

چونکہ مالیخولیا اور مراق ایک سوداوی بیماری ہے اس میں مادہ سودا کی زیادتی ہوتی ہے، اس لئے اس کے ازالہ کے لئے مرطبات یعنی تر چیزیں زیادہ مفید ہیں، چنانچہ حکیم اعظم خان صاحب لکھتے ہیں:

(۱) قانون علاج مالیخولیا آنست کہ مبالغہ و ترطیب نمائندہ و معدہ ذلک در استفراغ سودا قصور نکند۔ (اکسیر اعظم ص ۱۹۰)

(۲) ہموارہ سر و کف پا و دست را بروغن بنفشہ و بادام و خشخاش و کدو و کا ہو چرب دارند اکسیر اعظم‘‘۔

چنانچہ اسی وجہ سے مرزا صاحب روغن بادام کا بھی استعمال بغرض علاج کیا کرتے تھے اسی کے متعلق حکیم محمد حسین صاحب کو وہ لکھتے ہیں۔

(۱) ایسی حالت میں روغن بادام سر اور پیروں ہتھیلیوں پر ملنا اور پینا فائدہ مند محسوس ہوتا ہے اس لئے میں مولوی یار محمد صاحب کو بھیجتا ہوں کہ آپ خالص تلاش سے ایسا روغن بادام کہ جو تازہ ہو اور کہنہ نہ ہو اور نیز اس کے ساتھ کوئی ملونی نہ ہو ایک بوتل خرید کر بھیج دیں قیمت اس کی ارسال ہے۔ (خطوط امام ص ۵)

(۲) بادام روغن میری بیماری کیلئے خریدا جائے گا نیا اور تازہ ہو اور عمدہ ہو نیا آپ کا خاص ذمہ ہے۔ (حوالہ بالا ص ۷)

مالیخولیائے مراق کیلئے شراب کا استعمال مفید ہے

اس مرض میں شراب کا استعمال اگرچہ عارضی طور پر فائدہ مند ہوتا ہے کیونکہ دماغی قوتیں تیز ہو جاتے ہیں غم و اندوہ دور ہو جاتے ہیں سرور و نشاط کی مستانہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ حکیم محمد حسین صاحب جو مرزا صاحب کے ایک معتمد علیہ شخص ہیں کتاب موجز کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: شراب سے دو طرح کے فائدے ہیں: نفسانی اور بدنی۔ شراب کے نفسانی فائدے میں کوئی چیز اس کے برابر نہیں ہے اور وہ فوائد یہ ہیں کہ سرور لاتی ہے طبیعت میں انبساط و تقویت پیدا کرتی ہے امیدوں اور آرزوں میں اضافہ کرتی ہے نفس کو شجاع و جری بنا دیتی ہے، بخل و غم اور فکر فاسد کو زائل کرتی ہے نیز مالیخولیا کے لئے شراب نہایت مفید ہے، کیونکہ اس کی فرحت سودا کی وحشت کے بالکل مخالف ہوتی ہے۔ (ترجمہ موجز ص ۴۴ طبع اول)

اسی بنیاد پر مرزا صاحب اس نایاب و لطیف شے کو بھی استعمال کرتے تھے اور اس دخت رز کے ’’دجل‘‘ کی شاہانہ کیفیتوں سے سرشار رہا کرتے تھے چنانچہ مرزا صاحب حکیم محمد حسین صاحب کے پاس اس کی فرمائش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

محبی اخویم حکیم محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے، آپ اشیاء خریدنی خود خرید دیں اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے خرید دیں مگر ٹانک وائن چاہئے اس کا لحاظ رہے باقی خیریت ہے۔ والسلام۔

(مرزا غلام احمد عفی عنہ، خطوط امام ص ۵)

ٹانک وائن کیا چیز ہے اس کی حقیقت پلومر کی دکان واقع لاہور سے معرفت ڈاکٹر عزیز احمد صاحب معلوم کی گئی ہے تو اس کا حسب ذیل جواب ملا، ٹانک وائن ایک قسم کی طاقت اور نشہ دینے والی شراب ہے۔ جو ولایت سے سربند بوتلوں میں آتی ہے۔

(اس کی قیمت سو روپے مرزا حاشیہ ص ۳۹)

خود مرزا صاحب ہی لکھتے ہیں کہ وائن شراب کا نام ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۷۰ طبع دوم)

تو اب ٹانک وائن کے معنی طاقتور شراب کے ہوئے، جس کو مرزا صاحب خوب دیکھ بھال و جانچ پڑتال کے بعد پیتے تھے تاکہ مالیخولیا دور ہو جائے مگر

افسوس کہ مرزا صاحب نے شراب بھی پی اور مرض بھی نہ گیا، سچ ہے تیلی بھی کیا اور روکھا بھی کھایا لیکن مرزا صاحب کے اس شراب نوشی پر ان کی امت و جماعت نہ تو خود نادم وشرمندہ ہے اور نہ مرزا صاحب کے اس ارتکاب جرم پر کچھ ملامت کرتی ہے بلکہ مرزا صاحب کے اس شراب نوشی کا بڑے فخرو برکت کے ساتھ اقرار کرتے ہوئے دنیا کے سامنے بڑی بے باکی کے ساتھ پیش کرتی ہے اور کہتی ہے کہ ہمارا نبی وہ نبی ہے جو علی الاعلان شراب پیا کرتا تھا اور اس کی وجہ سے اس کی نبوت میں تو کیا تقدس میں بھی کوئی فرق نہیں آیا، سچ ہے کہ رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی۔ ملاحظہ فرمایئے اور مریدوں کی اندھی ارادتمندی کی داد دیجئے۔

(۱) ڈاکٹر بشارت احمد مرزائی ...... مرزا صاحب کے اس شراب نوشی پر کس چراغ داشتہ جرأت کے ساتھ تحریر کرتے ہیں: ''پس ان حالات میں اگر حضرت مسیح موعود برانڈی اور رم کا استعمال بھی اپنے مریضوں سے کرواتے یا خود ہی مرض کی حالت میں کر لیتے تو وہ خلاف شریعت نہ تھا چہ جائیکہ ٹانک وائن جو ایک دوا ہے اگر اپنے خاندان کے کسی ممبر یا دوست کیلئے جو کسی لمبے مرض سے اٹھا ہو اور کمزور ہو یا بالفرض محال خود اپنے لئے بھی منگوائی ہو اور استعمال کی ہو تو اس میں کیا حرج ہو گیا اب آپ کو ضعف کے دورے ایسے شدید پڑتے تھے کہ ہاتھ پاؤں سرد ہو جاتے تھے نبض ڈوب جاتی تھی میں نے خود ایسی حالت میں آپ کو دیکھا ہے نبض کا پتہ نہیں ملتا تھا تو اطبا یا ڈاکٹروں کے مشوروں سے آپ نے اور ٹانک وائن کا استعمال اندریں حالت کیا ہو تو عین مطابق شریعت ہے آپ تمام دن تصنیفات کے کام میں لگے رہتے تھے راتوں کو عبادت کرتے تھے بڑھاپا بھی تھا ضعف بڑھتا تھا تو اندریں حالت اگر ٹانک وائن بطور علاج کر بھی لی تو کیا قیامت لازم آ گئی۔''

(اخبار پیغام صلح مورخہ ۴؍مارچ ۱۹۳۵ء، ۱۱؍اکتوبر ۱۹۳۵ء)

بہر حال جہاں تک علاج و معالجہ کا تعلق ہے اس کے ذریعہ سے بھی یہ بات ثابت ہو گئی کہ مرزا صاحب مراق و مالیخولیا میں مبتلا تھے اور اس کے لئے آپ نے ایک حرام شئے شراب بھی استعمال کی جس کے متعلق مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کا اقراری بیان اوپر درج ہو چکا ہے لیکن قدرت نے اس کے باوجود مرزا صاحب کو اس مبارک مرض (مراق و مالیخولیا) سے نہیں نجات بخشی تا کہ دنیا کو معلوم ہو جائے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کامل کے بعد نبوت کے دعویٰ کرنے والوں کا یہی حشر ہوتا ہے اور اسی طرح دنیا میں ذلیل و رسوا ہوتے ہیں۔

الغرض تمام حوالہ جات کے پیش نظر مرزا صاحب قادیانی نہ نبی تھے نہ رسول نہ مجدد تھے نہ مسیح نہ ملہم نہ محدث بلکہ اگر کچھ تھے تو بس مراقی مالیخولیائی تھے دائم المریض تھے، ماؤف الدماغ تھے، مفلوج القلب تھے، اس وجہ سے مرزا صاحب کا اپنے بارے میں یہ کہنا کہ لوگ مجھے پاگل اور دیوانہ قرار دیں گے سچ ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود چاک دامن ماہ کنعاں کا

☆☆............☆☆

قادیانی آنحضرت ﷺ کے گستاخ ہیں

''مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں کہ اب سے ربع صدی پیشتر مجھے اس تحریک سے اچھے نتائج کی امید تھی۔ اس تقریر سے بہت پہلے مولوی چراغ مرحوم نے جو مسلمانوں میں کافی سربر آوردہ تھے اور انگریزی میں اسلام پر بہت سی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ بانی تحریک (مرزا قادیانی) کے ساتھ تعاون کیا اور جہاں تک مجھے معلوم ہے کتاب موسومہ براہین احمدیہ میں انہوں نے بیش قیمت مدد بہم پہنچائی۔ لیکن کسی مذہبی تحریک کی اصل روح ایک دن میں نمایاں نہیں ہو جاتی۔ اسے اچھی طرح ظاہر ہونے کے لئے برسوں چاہئیں۔ تحریک کے دو گروہوں کے (لاہوری و قادیانی) باہمی نزاعات اس امر پر شاہد ہیں کہ خود ان لوگوں کو جو بانی تحریک کے ساتھ ذاتی روابط رکھتے تھے معلوم نہ تھا کہ تحریک آگے چل کر کس راستے پر پڑ جائے گی۔ ذاتی طور پر میں اس تحریک سے اس وقت بیزار تھا، جب ایک نئی نبوت بانی اسلام کی نبوت سے اعلیٰ تر نبوت کا دعویٰ کیا گیا اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا، بعد میں یہ بیزاری بغاوت کی حد تک پہنچ گئی، جب میں نے تحریک کے ایک رکن کو اپنے کانوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نازیبا کلمات کہتے سنا۔ درخت جڑ نہیں، پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر میرے موجودہ رویہ میں کوئی تناقض ہے تو یہ بھی ایک زندہ اور سوچنے والے انسان کا حق ہے کہ وہ اپنی رائے بدل سکے۔ بقول ایمرسن صرف پتھر اپنے آپ کو نہیں جھٹلا سکتے۔''

(علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ از حرف اقبال، ص:۱۳۱، ۱۳۲)

قادیانیت سے تائب ہونے پر جھوٹے مقدمے میں گرفتار دو بھائی ۸ سال بعد بری

تائب ہونے پر خاتون کے قتل کے جھوٹے مقدمے میں پھنسایا گیا، رہائی کے لئے قادیانیت اختیار کرنے کی پیشکش مسترد کردی

قادیانی کمیونٹی نے لالچ اور دھمکیاں دیں، منظور احمد راجپوت ایڈووکیٹ نے ۸ سال تک مقدمے کی پیروی کی

کراچی (رپورٹ: دانش امتیاز) قادیانیت سے تائب ہونے کی پاداش میں قتل کے جھوٹے مقدمے میں پھنسائے جانے والے دو بھائیوں کو سٹی کورٹ کی ماتحت عدالت نے ۸ سال بعد بے قصور مانتے ہوئے باعزت بری کردیا۔ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج (شرقی) حفیظ عثمان نے ۸ سال زیر سماعت قادیانی خاتون کے قتل میں نامزد ملزمان بھائیوں محمد علی مغل اور عمران احمد مغل کو استغاثہ کی جانب سے ٹھوس شواہد پیش نہ کرنے اور ناکافی شہادتوں کی بنا پر باعزت بری کردیا۔ استغاثہ کے مطابق ۱۵؍جنوری ۲۰۰۴ء کو مدعی مقدمہ خورشید قادیانی کی اہلیہ طاہرہ خورشید کو نامعلوم ملزمان نے تھانہ شارع فیصل کی حدود میں ڈرگ روڈ کینٹ بازار میں گھر میں گھس کر گلا گھونٹ کر قتل کردیا تھا۔ وقوعہ کی ایف آئی آر ۱۶؍جنوری ۲۰۰۴ء کو مقتولہ کے شوہر کی مدعیت میں درج کی گئی تھی۔ خاتون کی ہلاکت کے بعد مقتولہ کے پڑوس میں رہنے والے قادیانی خاندان کا ۲۵ سالہ عمران لاش کے ہمراہ نجی ہسپتال گیا تھا، جہاں پولیس نے اس کا گواہ کے طور پر بیان قلمبند کیا تھا۔ بعدازاں ۲۰؍جنوری ۲۰۰۴ء کو پولیس نے عمران احمد سے پوچھ گچھ کی تھی اور اسے ابتدائی تفتیش میں بے گناہ ثابت کیا تھا، تاہم بعدازاں ۲۹؍جنوری ۲۰۰۴ء کو ملزم نے عمران احمد مغل نے اپنے والدین اور ۵ بہن بھائیوں سمیت قادیانیت سے تائب ہوکر مولانا مفتی عبدالقیوم دین پوری کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا جس پر قادیانی کمیونٹی کے مقامی سربراہ اسحاق ودیگر کی ایما پر مدعی مقدمہ خورشید قادیانی نے ملزم عمران احمد اور اس کے بھائی محمد علی مغل کو مقدمہ میں نامزد ملزم قرار دلوایا تھا جس کے بعد ملزم عمران احمد اور اس کے اہل خانہ پر قادیانی کمیونٹی کی طرف سے دباؤ ڈالا گیا کہ اگر وہ اور اس کے اہل خانہ واپس قادیانی مذہب اختیار کرلیں تو ان کا کیس خارج کروادیا جائے گا اور ان کے خاندان کو جرمنی بھیج دیا جائے گا، تاہم ملزمان اور ان کے اہل خانہ کے انکار پر مذکورہ مقدمہ ۸ سال تک سٹی کورٹ کی ماتحت عدالت میں زیر سماعت رہا۔ ملزمان کی پیروی کرتے ہوئے معروف قانون دان منظور احمد میو راجپوت ایڈووکیٹ نے دوران سماعت اپنے دلائل میں استغاثہ کی جانب سے اٹھائے جانے والے نکات اور شہادتوں کو رد کرتے ہوئے کہا کہ مقدمے کے تمام گواہان قادیانی ہیں اور انہوں نے جھوٹا حلف لیا جبکہ ان کے بیانات میں بھی تضاد ہے، ان کے موکلین کو مسلمان ہونے کے بعد کیس میں ملوث کیا گیا، اس کے علاوہ ایف آئی آر میں نامزد ملزمان الیاس اور رمضان کو نہ تو گرفتار کیا گیا اور نہ ہی ان سے تفتیش کی گئی اور ان کے موکل محمد علی مغل کے پاس سے جو زیور ملنے کی بات کی گئی اس کا تذکرہ نہ تو مدعی مقدمہ نے اپنے بیان میں کیا اور نہ ہی اس بات کو ایف آئی آر میں شامل کیا گیا، لہٰذا ان کے موکلین کو باعزت طور پر بری کیا جائے۔ دلائل سننے کے بعد عدالت نے مقدمہ ختم کرتے ہوئے دونوں بھائیوں کو باعزت بری کردیا۔

(روزنامہ اسلام کراچی، ۲۳؍مارچ ۲۰۱۲ء)

قادیانی زبردستی چندہ لیتے تھے، دین کی خاطر گھر چھوڑ دیا: والدین

رب کے شکرگزار ہیں کہ دین حق اختیار کرنے کی توفیق دی: ناصر مغل، کنیز اختر

کراچی (اسٹاف رپورٹر) نومسلم عمران مغل کی والدہ کنیز اختر نے ''امت'' سے گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ مالی حالت کمزور ہونے کے باوجود قادیانی ہر ماہ زبردستی ہزاروں روپے چندہ لیتے تھے، نہ دینے پر اپنی عبادت گاہ کے نوٹس بورڈ پر نام لکھ کر عزت نفس مجروح کرتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ قادیانی ہر ماہ چار مرتبہ آتے تھے، ہر بچے مرد اور عورتوں کے لئے الگ الگ رسالے دیتے تھے، جن میں اطفال، خدام، انصاراللہ اور مصباح شامل ہیں، ہر رسالہ کم از کم ۱۰۰ روپے کا ہوتا تھا، اس کے علاوہ ماہانہ کی سطح پر فی کس کے حساب سے (چاہے بڑا فرد ہو یا معصوم بچہ) ڈھائی ہزار روپے زبردستی لیتے تھے۔ والد ناصر مغل نے بتایا کہ قتل کے مقدمے میں بیٹوں کو ملوث کرنے کے بعد قادیانی کارندے گھر پر آکر دھمکاتے تھے اور وہ لوگ میرے چھوٹے بیٹے نادر مغل کو بھی ملوث کرنا چاہتے تھے، اس لئے دین کی خاطر شاہ فیصل سے شیر شاہ منتقل ہوگئے۔ انہوں نے امت کو بتایا کہ ان کے بڑے بیٹے محمد علی کو مغرب کے بعد قدرتی طور پر کچھ دکھائی نہیں دیتا اور وہ گھر کے قریب فیکٹری میں ملازمت کرتا ہے، جب کہ عمران مغل ٹیلرنگ کرتا ہے اور اس کی اپنی دکان ہے اور وہ خود بھی سائیکل مرمت کا کام کرتے ہیں اور وہ رب کے شکرگزار ہیں کہ اس نے حق کی روشنی دکھائی اور دین حق اختیار کرنے کی توفیق دی۔

(روزنامہ امت کراچی، ۲۳؍مارچ ۲۰۱۲ء)

اسلام زندہ باد

فرما گئے یہ ہادی لا نبی بعدی

تاجدار ختم نبوت زندہ باد

عظیم الشان ختمِ نبوّۃ کانفرنس

شالامار چوک باغبان پورہ

بعد نمازِ مغرب

بتاریخ
21
اپریل
2012
بروز
ہفتہ

عنوانات

- توحیدِ باری تعالیٰ
- تحفظِ ناموسِ رسالت
- عقیدۂ ختمِ نبوۃ
- عظمتِ صحابہؓ و اہلِ بیت
- حیاتِ عیسیٰ
- اصلاحِ معاشرہ

حکیم العصر محدث کبیر ولی کامل مخدوم العلماء
حضرت اقدس شیخ الحدیث
مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا صاحبزادہ ولی ابن ولی
خواجہ عزیز احمد صاحب مدظلہ

حضرت مولانا مفتی پیکرِ اخلاص، ولی کامل
محمد حسن صاحب
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور

ملک کے جید علماء مشائخ عظام اور مذہبی و سیاسی جماعتوں کے قائدین دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے۔ شمع ختم نبوت کے پروانوں سے شرکت کی درخواست ہے

شعبہ نشر و اشاعت عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت

رابطہ نمبرز
0300-4304277
0300-9496702
0300-4279021